سامنے رکھ کر ناخواندہ نومسلمون کو اسلام کے ضروری مسائل آسانی سے سکھائے جاسکتے ہین،

جونیر سلف ٹیچنگ ٹرنسلیشن، پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم، اے (گولڈ مڈلسٹ) معلم عربی و فارسی اسلامیہ کالج کلکتہ نے اردو سے انگریزی ترجمہ و املا کرنے کے لئے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، رسالہ کی ترتیب جدید طریقِ تعلیم مین سے "طریق راست" کے اصول پر کی گئی ہے، رسالہ (۱۴) ابواب مین منقسم ہے، ہر باب مین انگریزی زبان کی گرامر کے قواعد اختصار اور جامعیت سے بتا کر ان کو سہل اور آسان جملون مین مشق کرایا گیا ہے، پھر اسی طریقہ سے تدریجی ترقی کرتے ہوئے اردو کی سلیس عبارتین ترجمہ کے لئے پیش کی گئی ہین، اور ترجمہ کی عام کتابون کی طرح مشکل الفاظ اور محاورون کا انگریزی ترجمہ قوسین مین درج کر دیا گیا ہے،

توقع ہے کہ یہ کتاب اسکول کے چوتھے درجے سے آٹھوین نوین درجہ تک کے طلبہ کے لئے نہایت مفید ہوگی، کیونکہ انگریزی ترجمہ کی کتابین جو بالعموم خصوصاً مشرقی صوبون مین شایع ہوتی رہتی ہین، وہ ایسے اہل قلم کے قلم سے نکلتی ہین، جنھین انگریزی زبان پر تو کافی عبور ہوتا ہے، لیکن اردو زبان اور اس کے صحیح محاورون اور مفہوم کے صحیح طریقۂ ادا سے واقف نہین ہوتے، لیکن زیر تبصرہ رسالہ ایک ایسے مصنف کا ہے، جسے دونون زبانون پر یکسان عبور حاصل ہے، اس لئے اس کو اپنے موضوع پر ایک کامیاب رسالہ کہا جا سکتا ہے، رسالہ کا حجم ۸۰ صفحے ہے، جو خوش نما ٹائپ مین اچھے کاغذ پر چھپا ہے، قیمت مجلد ۹ر ہے، مصنف موصوف سے اسلامیہ کالج کلکتہ یا جناب سید ظہیر احمد صاحب ندوی بی اے کوٹھی ڈاکٹر ولی احمد صاحب جو نٹھ بانکی پور پٹنہ کے پتہ سے مل سکتا ہے،

"ور"

جلد بست و ششم ۲۶ | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء | عدد ۳

مضامین

عنوان	مضمون نگار	صفحہ
شذرات،	سید سلیمان ندوی	۱۶۲-۱۶۶
تاریخ عمری یا عمر نامہ،	مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی رفیق دار المصنفین	۱۶۷-۱۷۹
حافظ العصر ابن حجر،	مولوی سید ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف	۱۸۰-۱۹۴
مادیت،	جناب محمد حبیب اللہ صاحب رشدی، ایم اے،	۱۹۵-۲۰۳
اختیارات بدیعی اور اس کا تکملہ،	مولانا تمنا عمادی پھلواروی،	۲۰۴-۲۰۸
علاج بالخیال،	ڈاکٹر حامد رضا صاحب تیموری، بھوپال،	۲۰۹-۲۱۵
صحیح بخاری کا ایک عتیق نسخہ،	نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی	۲۱۶
اغانی کا تاریخی پایہ!	"ور"	۲۱۷-۲۲۲
جدید مدارس مین قدیم تعلیم و تربیت،	"م ع"	۲۲۳-۲۲۵
اخبار علمیہ،	"ن"	۲۲۶-۲۲۹
کلام شاطر،	لسان الحکمۃ شمس العلماء شاطر مدراسی،	۲۳۰-۲۳۱
حقائق مجازی،	مرزا محمد عسکری مجازی، لکھنوی،	۲۳۱-۲۳۲
نصابِ مرغوب،	"ر"	۲۳۳-۲۳۷
مطبوعات جدیدہ	"ر"	۲۳۸-۲۴۰

شذرات

رائے اور تخیل کے لحاظ سے مسلمانون کا جو عام حال ہے، وہی ان کے قومی کارخانون کی صورت ہے، انکی یونیورسٹی سے لیکر ان کے کالج، اسکول، مدرسہ اور مکتب تک، اور اسمبلی سے لیکر کونسل، ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی تک ہر جگہ اختلاف آرار، نفاق انگیزی اور ہنگامہ آرائی کی ایک ہی صورت ہے، آخر آپ نے کبھی غور کیا ہے، کہ اس کی اصل وجہ اور علت کیا ہے ؟

اصل یہ ہے کہ قومون کے منتشر افراد مین جامعیت، یکجائی، اور اتحاد پیدا ہوتا ہے، ان کی وحدتِ اعتقاد وحدتِ خیال اور وحدتِ مقصد سے اگر اعتقاد، خیال اور مقصد مین خواہ وہ سیاسی ہو، یا قومی، معاشرتی ہو یا مذہبی کسی قسم کی وحدت اور جامعیت نہ ہو، تو اس اعتقاد، خیال اور مقصد کے اعمال اور مظاہر مین اتحاد و وحدت کا جلوہ کیونکر نظر آئیگا، یہی سبب ہے کہ مذہبون مین بھی **ایمان کو اعمالِ صالحہ** کی بیخ و بنیاد مان کر ایمان کو اصل اور اعمالِ صالحہ کو فرع قرار دیا گیا ہے، کہ اگر اعتقاد نہین تو اس کے مطابق عمل بھی نہین ہو سکتا، جڑ کھوکھلی ہو تو برگ و بار اور شاخون کی ترو تازگی کا کیا سوال ہے،

ہر قوم کی ترقی اور تنزل کا صرف ایک ہی سبب ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کسی قوم کے تمام یا بیشتر افراد مین کسی ایک اعتقاد، خیال اور مقصد کے لئے ایسی وحدت پیدا ہو جاتی ہے، جو شیرازہ بنکر منتشر افراد کو جکڑ کر اور ایک دوسرے سے ملا کر اس طرح ایک کر دے کہ ان کا جینا اور مرنا اسی کے لئے ہو، تو وہ قوم اپنے مین ناقابلِ تسخیر قوت پاتی ہے، اور ہر بڑی سے بڑی مشکل کے خس و خاشاک کو سیلاب بن کر بہا لیجاتی ہے،

ذاتی اغراض، مالی حرص و طمع، نفسانی اور خاندانی عزت و آبرو کی خواہش ہر چیز اس وحدتِ مقصد کی تیز آگ مین جل کر بھسم ہو جاتی ہے،

آج زبانون پر تنظیم تنظیم کا نام ہے، مگر تنظیم ہے کیا؟ معارف کو فخر ہے کہ سب سے پہلے آج سے چودہ برس قبل (۱۹۱۸ء مین) اسی نے لفظ تنظیم اور اس کا مفہوم سب کے سامنے پیش کیا، لفظ کو تو سب نے قبول کیا، مگر معنی کی طرف کسی نے توجہ نہ کی، تنظیم نام حکومت یا کانگریس کسی ایک کی معیت، سول نافرمانی کی شرکت یا عدم شرکت، اگول میز کانفرنس مین جانا یا نہین جانا، جمعیۃ العلماء یا توسیع نظام علماء مین شامل ہونا، خاص مسلمان جولاہون کے یا عام ہندوستانی پارچہ بافون کے ہاتھون کے بنے ہوئے کپڑون کے خریدنے کا نہین ہے، یہ سب تو نتائج اور مظاہر اور فروع مین اور یہان بحث اصل اور جڑ کی ہے،

تنظیم اور جامعیت کی حقیقت تمام قوم کے مقصد، غرض و غایت، خیال اور نصب العین کی وحدت اور اتحاد سے ہے، کہ تمام افراد کی باہم کوشش، جد و جہد، دوڑ دھوپ خواہ کسی قدر متعدد، مختلف، اور متفاوت ہون لیکن سب ہون ایک ہی غرض، ایک ہی جہت، اور ایک ہی انتہائی مقصد کے لئے، جب تک نہ ہو لفظ تنظیم بے معنی، کوششین بے سود، جد و جہد بے نتیجہ، اور سعی و محنت بے کار ہے،

ایک سلطنت کے کتنے مختلف اجزاء متعدد ارکان اور متفاوت عہدے ہین، اور سپاہی اور چپراسی سے لیکر سپہ سالار اور وزیر اعظم تک کتنے ہزارون اور لاکھون کارکن افراد ہوتے ہین، لیکن یہ سب مل کر جب تک ایک ہین، اور ایک دیوتا کی پرستش کر رہے ہین، وہ سلطنت قایم ہے، جہان ان مین اغراض اور مقاصد کا اختلاف ہوا، اخلاصِ خدمت کافور ہوا، حکومت کی فلاح پر ذاتی فلاح کو ترجیح ہوئی، طوائف الملوکیان پیدا ہوئین، اور ایک

سلطنت مٹ کر بیسیون ٹکڑون مین بٹ گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی ٹکر مین جو پہاڑ تھا وہ خاک کا تودہ اور ذرون کا انبار بن گیا، جس کی تباہی کے لئے آندھی کا ایک ہی جھونکا کافی ہے،

مسلمانون کی بڑی سی بڑی درس گاہ اور انجمن سے لیکر چھوٹے سے مکتب اور جماعت تک یہی صورتِ حال ہے، درس گاہین، انجمنین، اور جماعتین مختلف افراد اور ارکان سے مرکب ہوتی ہین، مگر ان پورے افراد اور ارکان مین کوئی وحدتِ مقصد، کوئی اتحادِ غرض، کوئی جامعیتِ خیال نہین ہوتی، جو ان کو اخلاص، ایثار، انہماکِ خدمت اور قربانی پر آمادہ کر سکے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے ہر شورہ کی مجلس پہلوانون کا اکھاڑا، اور ہر مجلس انتظامیہ شخصی اور ذاتی اغراض کا معرکۂ کارزار ہوتی ہے، کیا یہ ضروری نکتہ ہم سب لوگون کے سوچنے کے لائق نہین،

ہم نے نہایت افسوس کے ساتھ سنا کہ کرنکو صاحب جو مسلم یونیورسٹی مین السنۂ مشرقیہ کے پروفیسر ہو کر آئے تھے وہ چند ہی مہینون مین گھبرا کر ہندوستان سے رخصت ہو رہے ہین، موصوف مشرقی زبان کے مشہور و ممتاز عالم ہین، ان کا ہماری یونیورسٹی سے یون چلے جانا ہماری انتہائی بدقسمتی اور محرومی ہے، معلوم نہین ان کو ہندوستان ہی کی آب و موافق نہین آئی، یا صرف علی گڈھ کی!

یادش بخیر، ہماری مسلم یونیورسٹی کے عربی پروفیسر اے، ایس ٹرٹین صاحب نے انگریزی مین عربی ماخذون سے "خلافت اور اس کی غیر مسلم رعایا" کے نام سے ۲۳۷ صفحون مین ایک کتاب لکھی ہے، جو اس عہدِ حاضر مین، درحقیقت اُس کتاب کا ٹھیک جواب ہے، جو اُس عہدِ اول مین اسی درس گاہ مین بیٹھکر "حقوق الذمیین" کے نام سے لکھی گئی تھی،

بر مین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا،

اس پر مستقل ریویو تو کبھی لکھا جائے گا، لیکن اس وقت صرف اس قدر عرض ہے، کہ اگر رومی مسیحی شہنشاہی عہد مین غیر مسیحی فرقون کے حقوق کی تاریخ لکھی جائے، تو کیا وہ اس سے زیادہ لطف آمیز ہوگی، اور اب جب زمانہ کا نقطۂ نظر بدل گیا ہے، اور مذہبی تعصب کی جگہ قومی اور وطنی عصبیت نے لے لی ہے، اگر انگلستان یا فرانس کے تحت غیر انگریز اور غیر فرنچ رعایا کے حقوق اور برتاؤ کی تاریخ مرتب کی جائے تو اس سے زیادہ ہیبتناک نہ ہوگی اور مسیحی روس کی شہنشاہی مین مسلم رعایا کے حقوق کی تاریخ کیسی افسوسناک ہوگی،

اخبارات مین ڈاکٹر شفاعت احمد خان صاحب کی ایک انگریزی نصابی کتاب "تاریخ ہند" پر مخالف و موافق مضامین شایع ہو رہے ہین، اعتراض یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب مین پیغمبر اسلام علیہ السلام اور شریعتِ اسلام اور شاہانِ اسلام کی تحقیر کی ہے، ہم نے اب تک اصل کتاب نہین دیکھی ہے، لیکن اس کے متنازع فیہ انگریزی فقرے پڑھے ہین، لیکن ہمین ان پر کوئی تعجب نہین ہوا، کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب مسلمان بنکر نہین لکھی ہے، بلکہ ان انگریز مصنفین کے طرز و اسلوب کی پیروی مین لکھی ہے، جن کی کتابین آج تک اسکولون اور کالجون مین پڑھائی جاتی رہی ہین، اور ہم نے اپنے بچون اور لڑکون کو صبر و سکون کے ساتھ ان کو پڑھتے سنا ہے،

ڈاکٹر صاحب سے اصل شکایت اگر ہے، تو یہ کہ انھون نے تاریخ ہند کے انگریز مورخون کے بجائے ہندو مورخون کی پیروی کیون نہین کی، جو اپنے دھندھلے تاریخی خاکہ کو اپنی کتاب کے ہر نئے اڈیشن مین زیادہ رنگین بنا کر اور اُبھار کر دکھا رہے ہین، اور اپنی قومی تاریخ کو باوقار اور پرفخر بتاتے نہین شرماتے، پھر ہم کیون اپنی "کمزوری" سے آپ شرماتے ہین، لیکن اگر ڈاکٹر صاحب میرے اس اعتراض کا یہ جواب دین، کہ اگر مین ایسا کرتا، تو کیا سرکاری یونیورسٹیون کی منصفانہ نگاہ رکھنے والی مجالس منتخبہ میری کتاب کو قبول کر سکتین ہو تو ہماری طرف سے اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟

بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جسٹس مرزا نے یونیورسٹی مذکور کے جلسہ تقسیم اسناد (کنووکیشن) مین تقریر کرتے ہوئے، دو فقرے ایسے کہے جن پر سب کے کان کھڑے ہوئے، ایک تو یہ کہ انگریز ہندوستان مین فاتح اور کشورکشا کی حیثیت سے نہین، بلکہ تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے داخل ہوئے، اس فقرہ پر بڑی صدائے تحسین بلند ہوئی، اور اسی کے ساتھ دوسرا فقرہ یہ کہا کہ ہندوستان مین اردو کے ذریعہ سے تعلیم دینے کا وقت آگیا، معلوم نہین اس فقرہ کو حاضرین نے کن جذبات کے ساتھ سنا، حالانکہ پہلا فقرہ اب ماضی کے ایک فراموش شدہ واقعہ کے سوا کچھ نہین رہا، مستقبل کے لئے اگر ملک کی بھلائی کا تعلق ہے، تو اسی دوسرے فقرے سے، جامعہ عثمانیہ کے وجود نے اب اس تخیل کو محال باقی نہین رکھا ہے، بلکہ ممکن العمل بنا دیا ہے، اب اس کے قبول مین جو کچھ دیر ہے وہ علمی اور تعلیمی حیثیت سے نہین بلکہ سیاسی حیثیت سے، لیکن ملکی اور سیاسی مصلحتون مین تغیر اور انقلاب خدا جانے کب پیدا ہو، تاہم اس قسم کی تجویزون کا جو کبھی محال سمجھی جاتی تھین، اب ذمہ دار اشخاص کی زبانون پر آجانا بھی، نیک فال ہی،

ہندوستان کے مشہور علم دوست مسلمان فاضل عبد اللہ بن یوسف علی صاحب بالقابہ سے کون واقف نہین، ہم کو اس کے ظاہر کرنے مین نہایت خوشی ہے، کہ موصوف کو دار المصنفین کے کامون سے بڑی ہمدردی اور دلچسپی ہے، جب وہ ہندوستان مین تھے تو شبلی کی اس علمی "خانقاہ" دیکھنے کو آنا چاہتے تھے، مگر کسی وجہ سے نہ آسکے، وہ لندن سے اپنے ایک مکتوب مین ہندوستان کی واپسی پر یہان آنے کی خواہش ظاہر کرتے ہین، اور دار المصنفین کے مقاصد، قواعد، کارنامون اور اس کے بناؤ تاسیس کی تاریخ کسی ضرورت سے طلب کر رہے ہین،

دار المصنفین کی مسجد جو نواب سر مزمل اللہ خان بالقابہ کے عطیہ سے بن رہی ہے، اپنی تعمیر کا دور نصف سے زیادہ طے کر چکی ہے، اوپر کے منارے وغیرہ بن چکے ہین، اب پلاسٹر اور لکڑی اور شیشون کا کام باقی ہے، امید ہے کہ ستمبر ۱۹۳۰ء تک پوری ہو جائے مسجد نہایت سبک لطیف اور خوبصورت بن رہی ہے، اور ساتھ ہی مضبوط اور مستحکم بھی،

مقالات

تاریخ عمری یا عمرنامہ

بجواب

شاہنامہ

از

سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین

مولانا شبلی مرحوم اپنی کتاب شعر العجم مین شاہنامہ کے تبصرہ مین فرماتے ہین:۔

"شاہنامہ کے مقبول عام ہونے کے مخالف بہت سے ایسے اسباب جمع تھے، سب سے مقدم یہ کہ وہ سرتاپا غیر قومون کا کارنامہ تھا، اور مسلمانون کا جہان جہان ذکر آگیا ہے، نہایت حقارت سے انکو یاد کیا تھا،..... قادسیہ کے معرکہ مین مسلمانون نے بے نظیر شجاعت کے جوہر دکھلائے تھے، فردوسی نے اس کو بھی مدہم کر کے دکھایا تھا، اس بات پر مذہبی گروہ مین عام ناراضی پھیلی، چنانچہ اسی زمانہ مین عمرنامہ ایک کتاب لکھی گئی، جس کے دیباچہ مین سبب تالیف یہ بیان کیا گیا ہے، کہ چونکہ فردوسی نے ایرانیون کے جھوٹ سچ قصے لکھ کر ملک مین مشہور کر دیئے، اس لئے یہ کتاب حضرت عمر فاروقؓ کے حالات مین لکھی گئی کہ لوگون کی توجہ ادھر سے ہٹ جائے"

پھر ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہین،

"سلطان محمود کے زمانہ مین ایک فاضل نے شاہنامہ کے جواب مین عمرنامہ ایک کتاب نثر مین لکھی تھی، وہ میری نظر سے گذری ہے،" (شعرالعجم ج ۱ ص ۱۰۲، ۱۲۰)

عمر نامہ، کا کوئی نسخہ مولانا شبلی مرحوم کے ذاتی کتبخانہ یا ندوہ کے کتبخانہ مین موجود نہین، البتہ چند دن گذرے کہ قصبہ محمد آباد ضلع اعظم گڈھ کے ایک ذی علم خاندان کی تمام کتابین دارالمصنفین کے کتبخانہ مین منتقل ہو کر آئین، تو ان مین اس کا بھی ایک قلمی نسخہ تاریخ عمری کے نام سے اکر داخل ہوا،

ہندوستان کے جن کتبخانون کی فہرستین طبع ہو چکی ہین، ان مین اس کا کوئی نسخہ ہمین دستیاب نہین ہوا، اور نہ یورپ کے کسی کتب خانہ مین اس کا کوئی مکمل نسخہ موجود ملتا ہے، البتہ برٹش میوزیم مین نمبر کتاب ۱۹۹۲ مین ۱۸۱ ورقون کا ایک مجموعہ ہے، جس مین چند کتابون تاریخ گزیدہ، تاریخ ابن کثیر، اور ترجمہ تاریخ طبری کے چند اوراق کے ساتھ اس کے بھی چند ورق یکجا منقول ہین، لیکن اس مجموعہ مین بھی سب کم نصیبی تاریخ عمری کی ثابت ہوئی ہے، یعنی ۱۸۱ اوراق کے مجموعہ مین سے صرف ۴ ورق اس کے حصہ مین آئے ہین، اگرچہ اولیت کا شرف اسی کو حاصل ہوا ہے؟ اس مجموعہ کا خط یکسان نستعلیق ہے، فہرست نگار کے قیاس کے بموجب اس کی کتابت کا سال تقریباً ۱۸۰۰ ہوتا ہے،[1]

معلوم نہین مولانا مرحوم کی نظر سے کونسا نسخہ گذرا، اور کہان گذرا، یہ سوال اس لئے اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے، کہ مولانا اس کا نام عمر نامہ لکھتے ہین، اور ہمارے پیش نظر نسخہ مین یہ تاریخ عمری کے نام سے موسوم ہے، اور برٹش میوزیم کے نامکمل نسخہ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، عجب کیا کہ مولانا نے شعرالعجم مین شاہنامہ کی مناسبت سے اس کو از خود عمر نامہ کے نام سے یاد کیا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے نسخہ کے سرورق پر کسی نے اس کو عمر نامہ ہی لکھا ہو، اور وہی نسخہ مولانا کی نظر سے گذرا ہو، پیش نظر نسخہ کے کاغذ اور شان کتابت سے ظاہر ہے کہ یہ بالکل جدید منقول نسخہ ہے، اس سے ہندوستان مین اس کے کسی دوسرے نسخہ کے وجود کا پتہ چلتا ہے، جس سے یہ نقل ہوا ہو،

[1] فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم ج ۳ ص ۱۰۱،

بہرحال یہ نسخہ فل اسکیپ سائز کے ۲۰۰ صفحون پر مشتمل ہے، ہر صفحہ مین ۱۹ سطرین ہین خط نستعلیق اور بڑی حد تک جلی ہے، کتابت کا زمانہ بیسوین صدی کا اوائل یا انیسوین کا اواخر معلوم ہوتا ہے، اگرچہ کاغذ معمولی ہونے کی وجہ سے کسی قدر بوسیدہ ہو گیا ہے، اور جابجا کرم خوردگی کے نشان بھی ہین، تاہم یہ کوئی پرانا نسخہ نہین ایک جگہ اردو زبان مین کاتب کے قلم کے یہ الفاظ ملتے ہین "صفحہ ہذا کر صفحہ ۴ مرتبہ جزا مین لکھنا چاہئے" اسکے نیچے کاتب کے دستخط کتاب مین کاتب کا نام کہین نہین، صرف اسی اردو عبارت کے ذیل مین اس کے دستخط ملتے ہین، اگر اس دستخط کے صحیح پڑھنے پر ہم اعتماد کرین تو وہ بظاہر "سید محمد علی" معلوم ہوتا ہے،

کتابت کی بکثرت غلطیان ہین، جس سے کاتب کی محض معمولی نوشت و خواند کا پتہ چلتا ہے، غلطیون کی چند مثالین یہ ہین :-

غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح
سنّی	ثنیٰ	ہیسم	ہیثم	خیقہ	خشہ	ترجبہ	ترجبہ

کتاب ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے،

"سپاس و ستایش مر خدا ایرا کہ عدل و احسان را سبب سلاطین اسلام گردانید"[1]

کتاب کے شروع کے نو صفحے دیباچہ پر مشتمل ہین، دیباچہ مین صاحب کتاب کا نام "محمد حسین عرف محمد عبد السلام" ہے، لیکن برٹش میوزیم کے نسخہ مین "عرف" کے بجائے "ابن" یعنی "محمد حسین بن عبد السلام" ہے، صاحب کتاب کا تذکرہ ہمین متداول کتابون مین سے کسی مین دستیاب نہین ہوا، البتہ اسی دیباچہ مین چند ایسے قرائن موجود ہین جن سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب کتاب محمود غزنوی کے عہد مین موجود تھا، مثلاً ایک جگہ ایک سلسلہ مین اپنے چند ہمعصر مشایخ کا تذکرہ کرتا ہے کہ :-

"و مشایخ طبقات الی یومنا و عصرنا شیخ ابوالقاسم قشیری، ابوالحسن خرقانی و ابی سعید

[1] برٹش میوزیم کے اوراق بھی اسی سے شروع ہوتے ہین، "خدا ایرا" کے بجائے اس مین "خدایرا" ہے،

ابی الخیر مہنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مغازی مصطفےٰؐ و آثار صحابہ خواندہ اند" (ص ۸)

یہ تمام بزرگ محمود غزنوی کے عہد مین موجود تھے، اور ان سب کا وصال محمود کی وفات کے بعد ہوا ہے، ان مین سے شیخ ابوالحسن خرقانی کا سالِ وفات ۴۲۵ھ ہے، یعنی محمود کی وفات کے ۴ برس بعد، اسی طرح شیخ ابوسعید ابوالخیر، اور شیخ ابوالقاسم قشیری نے بہ ترتیب ۴۴۰ھ اور ۴۶۵ھ مین وفات پائی ہے، اور اگرچہ ان دونون بزرگون کے زمانۂ وفات اور محمود کے سالِ وفات مین بہ ترتیب ۱۹ اور ۴۴ برس کا فرق ہوتا ہے تاہم ان بزرگون کا جو سال پیدائش ہے، اس لحاظ سے قیاس ہوتا ہے کہ محمود کے زمانہ مین بہ مرتبۂ مشیخت پر فائز ہون گے، چنانچہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ۳۵۷ھ مین اور شیخ ابوالقاسم قشیری ۳۷۶ھ مین پیدا ہوئے ہین، اس لئے محمود کے سالِ وفات کے وقت آپ دونون علی الترتیب ۶۴ اور ۴۵ سال کی عمر مین تھے، اس لئے مصنف کا انکو ہمعصر بتانا قرین قیاس ہے[1]،

اسی طرح ایک موقعہ پر دیباچہ مین محمود کے اوصاف و محامد بیان کئے ہین، اور اسی ضمن مین اس کے عہد حکومت کا ذکر آیا ہے، جو چشم دید حالات پر مبنی ہین، دیباچہ کا یہ حصہ نہایت قیمتی ہے، جس سے محمود کے زمانہ کے عام حالات خصوصاً ملکی امن و امان اور عام تمدنی ترقیون پر روشنی پڑتی ہے، ہم ذیل مین اس کا پورا بیان نقل کرتے ہین، محمود کے متعلق لکھتا ہے:-

"کہ رونق دین محمدی از وجود مبارک او از سر طراوت گرفتہ است، و طراوت ملت احمدی از عدل و احسان شامل او ظاہر و باہر گشتہ، پادشاہی کہ از ہیبت تیغ سیاست او معاندان ربع مسکون سرور ماندہ اند و امکان بارتکاب ظلم و عدوان ندارند، شہنشاہی کہ از حسنِ اعتقاد

[1] اس موقع پر مصنف کے دعائیہ فقرہ "رحمۃ اللہ علیہم اجمعین" سے کسی کو کوئی شبہہ نہ ہو، کیونکہ ان مشایخ کے تذکرہ سے پیشتر تابعین طبع تابعین زمانہ ماضی کے ائمہ کرام، محدثین عظام اور دیگر مشایخ کا تذکرہ آیا ہے، اور اسی زمرے مین اپنے ان معاصر مشایخ کے نام لئے ہین، اور آخر مین ان سب کے لئے یہ دعائیہ فقرہ استعمال کیا ہے،

و دین و دیانت او مبتدعان روی زمین بی آب و مایوس گشتہ اند، نمی توانند کہ علوم مزخرف صحیح باطل (؟) خود را پیدا کنند و بازار بے رواج خود را بیان گرداند، و از پاس شمشیر آبدارش متمردان ملک (؟) دم زدن نماندہ است، و از سیرت پاکیزۂ و اخلاق پسندیدۂ و اوصاف عالی و ہمم متعالی، و ثبات عزم و وفور سنت و جماعت سرافرازان و نازان و بدمذہبان مقہور و گدازان و مشایخ در زہد و طریقت را آبر (؟) دعا و در نشر علوم و علم ہر روز بر طرفی (؟)، و کمال علو جتہاد (؟) تصنیف علوم دینی و منقول در تعلیم علوم یقینی و شعائر اسلام منور و مساجد و مدارس معمور و منابر بخطبای متدین و واعظان متقی مزین، و مجاہدان در جہاد و غازیان در غزا لشکرہا آراستہ، و غلہا پیراستہ و بیت المال مالامال و آباد، ابنہا بکمال و زنہار (؟) این و قطاع الطریق نیست و نابود گشتہ و کار و آنہا در آمد و شد و تجار در ضمان سلامتی در بیع و شراو بازارہا در شہر مسلمانان رواج و صناع فارغ البال در صناعت مشغول و رعایا ایمن و آسودہ قسمات (؟) و عوارضات یح (؟) ہبا فتادہ، و سعادت و اعوا (؟) از جہان رفتہ و ظلم و عدوان مندرس گشتہ (؟) طاعات و حسنات و خیرات و مبرات در عالم منتشر شدہ و فتنہ و حوادث در خواب، و عدل و سیاست بیدار، و اوقاف از دست ظالمان مصؤن و محروس و املاک از جور جابران محفوظ و معزور (؟) و ثغور امصار مسلمانان و حصنہاے بوطن مومنان سر باسمان کشیدہ و جسور و رباطات و منازل و مراحل مرتب و مہیا (؟) عالمیان در امن و ایمنی و شادکامے و نیکنامی بکار و بار خود شادان، و کر ازان صلاح در اطراف عالم روی بار دیاد نہادہ است و فساد در روز نقصان می شود و سرور جہان گرفتہ است حق تعالیٰ ذات مالک صفات این پادشاہ دین پناہ را وارث اعمار پادشاہان سلف گرداناد" (ص ۳ و ۴)

تاریخ عمری کی تالیف کا سبب جیسا کہ شعر العجم کے حوالہ سے گذر چکا ہے، صرف فردوسی کے شاہنامہ کا

جواب پیش کرتا ہے، کیونکہ مصنف کے خیال مین شاہنامہ کی تصنیف سے نہ صرف عجمیون کی تاریخ اور افسانے از سرِ نو تازہ ہو گئے، بلکہ شریعت غرا کے متبعین انھین مزخرفات کے رفتہ رفتہ ایسے شیدائی بنگئے، کہ عرب و اسلام کے کارنامے ماند پڑگئے، چنانچہ دیباچہ مین لکھتا ہے:-

امیر انام فردوسی طوسی کتاب شاہنامہ را پرداخت و بخدمت سلطان دین پرور یمین الدین سلطان محمود سبکتگین خلد اللہ ملکہٗ وسلطانہ آورد و بعطایاے وافر و انعامات متوافر مخصوص گشت والحق تاریخی شگرف را از نثر لباس نظم پوشانید و نظمے در غایت علو ترکیب و متانت معانی بپرداخت و تواریخ ملوک عجم را از سر تازہ گردانیدہ، مآثر و مناقب ایشان را بوجہے نیکوتر درین کتاب درج کرد، و مردگان و زندگان را بآب حیوۂ نظم رایق خویش زندگی اید بخشید اہلِ اسلام و طوائف مومنان را از ہر طبقہ در نوشتن و خواندن رغبتے صادق پیدا آمد و غیب مردمان را در سرگذشت و قصص ایشان اعتقاد راسخ شد"

شاہنامہ کی اس مقبولیت کے تذکرہ کے بعد اس خطرہ کا یون ذکر کرتا ہے،

"و داعی مسلمان را در خاطر افتاد کہ زہے غبن فاحش و ظلم صریح کہ در ملت مقدس نبوی و نعمت متبرک مصطفوی سرگذشت مغ و مجوس رواج یابد و اہل و اسلام در خواندن اکاذیب عجم و مزخرفات آتش پرستان را معتقد شوند و قصہاے بی سند و روایتہائے بے استوار دارند و در پیش ملوک نامدار خوانند و در محافل پیش بزرگان تحسین ذکر کنند و گوشہا را بدان خوش گردانند الخ"

انھین وجوہ سے دو سال کے پس و پیش کے بعد مصنف کو شاہنامہ کے جواب مین عمرنامہ لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور یہ انتخاب غالباً اس لئے عمل مین آیا کہ عربون کے فتوحاتِ ایران کی تفصیل سے ایک طرف کیانی و ساسانی داستانِ سطوت پر ضرب لگے گی اور دوسری طرف فردوسی کی اس تعلّی کا صحیح جواب ہوگا،

زشیر شتر خوردن و سوسمار | عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو، | تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

اس لئے تاریخ عمری ہی ایک ایسا مرقع ہو سکتا تھا جس مین تخت کیانی کے حصول کی آرزو پوری ہوتی دکھائی جائے اور کیانی سطوت کے یادگار فرشِ بہار کی دھجیان مدینہ کی گلیون مین اڑائی جائین،

لیکن یہ عجب پر لطف اتفاق ہے کہ باوجودیکہ تاریخ عمری کی تالیف کی اصلی وجہ صرف یہ تھی کہ شاہنامہ کذب و افترا کا ایک دفتر ہے، اس لئے مسلمانون کو اس کے مطالعہ سے باز رکھا جائے، اور اس کے بجائے تاریخ عمری جیسے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے لیکن جب اس کا مصنف خود اس کوچہ مین قدم رکھتا ہے، اور تاریخ عمری تالیف کرنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے، تو خود اس کا دامن بھی غلط بیانی سے نہین بچتا، اور ایک لغو و بے سود غلط بیانی اس سے سرزد ہو جاتی ہے، جس کو خود اسی کے الفاظ مین پیش کیا جاتا ہے، لکھتا ہے،

"آخر بتفکر و تانی بسیار با خویش قرار دادیم تاریخ عمری را جمۃ امیر المومنین مامون بن ہارون الرشید رضی اللہ عنہم اجمعین جمع کردہ اند و باستحسان و استرضاے آن خلیفہ مقرون گشتہ و بکثرت عطایا (؟) حضرت مصحح شدہ از عربی بفارسی ترجمہ (؟) کنم و بکتاب خانۂ سلطان اسلام یمین الدولہ امین الملۃ نحور ممالک الدنیا مظہر کلمۃ اللہ العلیا، محمود سبکتگین مولی امیر المومنین رسانم" ص،

حقیقت یہ ہو کہ شاہنامہ کی علاوہ دیگر خصوصیات کے ایک نمایان خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ (بروایت) سلطان محمود کیلئے تالیف ہوئی محمود کے دربار مین پیش ہوئی، اور محمود کی طرف سے اس کے صلہ مین انعام و اکرام عطا ہوئے، اس لئے مولف عمرنامہ کو بھی اپنی کتاب کو ہمرتبہ قرار دینے کے لئے اس مین وہی خصوصیات پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا، تاکہ خود محمود کی توجہ بھی اس طرف منعطف ہو سکے، اور اس وسیلہ سے امراء، اہلِ دربار اور عوام مین مقبول ہو، اس لئے اس نے اس کتاب کو بھی ایک فرمانروا ے وقت خلیفہ مامون

کے دربار سے منسوب کیا کہ وہ بھی شاہنامہ کی طرح مامون کے حکم سے تالیف ہوئی، اس نے اس پر نظر استحسان ڈالی
اور مصنف کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا،

مصنف نے دیباچہ مین یہ غلط بیانی غالباً اصل کتاب کے لکھنے کے بعد کی ہے، کیونکہ اولاً مامون
کے عہد مین حضرت عمرؓ کے سوانح حیات مین کوئی کتاب تالیف نہین ہوئی، علاوہ ازین خود اس کتاب
مین ایسے دلائل و شواہد مین جو اس غلطی کو آپ سے آپ واضح کرتے ہین،

مامون کا سالِ وفات ۲۱۸ھ ہے، لیکن اس کتاب مین ایسے لوگون کے حوالے آئے ہین جو مامون
کے کہین بعد پیدا ہوئے، مثلاً ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا حوالہ بار بار آیا ہے، حالانکہ طبری مامون کے سنہ
وفات کے سات سال بعد ۲۲۵ھ مین پیدا ہوا ہے، اور ۳۱۰ھ مین وفات پائی ہے، (معجم الادباء ج ۶ ص ۴۲۳)
لیکن اس کے باوجود تاریخ عمری کے ماخذ مین ابن جریر کا نام ایک سے زیادہ جگہ موجود ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے:

"امام محمد جریر طبری میگوید این الوان را چون بنا کردند بنیاد آن را بقدر یک نیزہ بالا
در زمین حفر کردند" ص ۱۲۶،

مصنف کو اس غلط بیانی کی ضرورت غالباً اس لئے بھی پڑی کہ وہ دیباچہ مین اس تالیف اور
شاہنامہ کے موازنہ اور اس کی خوبیون کو آزادی سے پیش کر سکے، ورنہ خود اپنی تالیف کی طویل و
بسیط پرشان و شوکت الفاظ مین مدح سرائی کرنا اسے زیب نہ دیتا چنانچہ اس کو تالیف کے بجائے
ترجمہ قرار دینے کے بعد اولاً سلطان محمود کے اوصاف و محامد بیان کئے ہین، پھر اس کو مخاطب کرکے
اس کتاب کو ان الفاظ مین اس کی خدمت مین پیش کرتا ہے،

"چون درین ترجمہ (؟) نظر فرماید و بشرف مطالعہ مشرف کردند بحمد اللہ داند و دریابد کہ این
مجموعہ کہ اوصاف دین داری و ملک داری، در فہرست ابواب جہانگیری و جہان کشائی است
باترہات و مزخرفات و حشوات موہ بجیان کہ ہمہ اکاذیب باطلہ و مفتریات صریح نامعقول

نقل کردہ اند، ص ۵،

اس کے بعد آگے چل کر پھر کتاب کی خوبیون کو گنا تا ہے، اور پہلے اسلام کے اصول روایت
مین حزم و احتیاط، اور روافض و خوارج کی روایتون مین کذب و افترا کا تذکرہ کرتے ہوئے، وضع
احادیث اور محدثین کے جرح و تعدیل کا حوالہ دیتا ہے، اور اس طریقہ سے تاریخ عمری کی روایتون کی
صحت کی طرف اشارہ کرکے نفس کتاب کی خوبیون کا یون ذکر کرتا ہے،

"مقصود این ضعیف آنست کہ اگر اولوالالباب اولین و آخرین طلب نمایند درین ترجمہ (؟)
موجود است چہ اگر دین داری و ملک داری با تقوی و کمال دیانت طلبند یابند و اگر شجاعت
و شہامت و ہیبت و سیاست جویند یابند ...... ص ۶

غرض اسی طرز بیان سے اس کی بکثرت خوبیان پیش کی ہین، اس کے بعد نہایت وضاحت سے
اپنی کتاب کی روایتون کی صحت و صداقت، اور ان کے مقابلہ مین شاہنامہ فردوسی کے بے سرو پا کذب
و افترا کا ذکر کرتا ہے، لیکن اس موقع پر اس کے ترجمہ کی حیثیت اس کے ذہن سے فراموش ہو جاتی ہے
اور بالکل ایک مصنف کے قلم کا طرز تحریر اس کے قلم سے ٹپک پڑتا ہے، لکھتا ہے،

"و نیز این ہمہ اخبار مستند است ثقاۃ تابعین و رواۃ با عدالت تبع تابعین باسانید خود در
کتب معتبرہ آوردہ اند داعی از خوف تطویل با خبار مجرد کفایت کردہ است" ص ۷

اس بیان مین "داعی" سے مراد "مترجم" ہے، اگر دیباچہ نگار اپنے بیان کے مطابق صرف مترجم
ہوتا تو اس کو یہ واضح کرنے کا کیا حق حاصل تھا کہ "یہ روایتین معتبر کتابون مین سند کے ساتھ ہین مین نے
طوالت کے خوف سے ان کو حذف کر دیا، کیونکہ اس موقع پر "معتبر کتابون" کا حوالہ اس امر کا کافی ثبوت
ہے کہ اس فارسی نسخہ تاریخ عمری مین مختلف کتابون سے کام لینا پڑا ہے، اور وہی سب معتبر کتابین
اس کے ماخذ ہین، اور اگر یہ عبارت اصل مین مصنف کی ہوتی تو مترجم یہ کہہ سکتا تھا کہ "مصنف نے معتبر

کتابون سے یہ سند روایتین نقل کی تھین، وہ طوالت کے خوف سے حذف کر دی گئین،

ممکن تھا کہ لفظ ،، داعی ،، سے دیباچہ نگار کی مراد ،مصنف ،، ہو، لیکن یہ اس کے طرز انشار کے خلاف ہی، دیباچہ مین جہان جہان لفظ ،، داعی ،، آیا ہے، اس سے خود اپنی ذات مراد لیتا ہے، ایک حوالہ اس سے پیشتر گذر چکا ہے کہ ا۔

،، کہ این حلوت (؟) مدت دو سال کم وبیش داعی روزگار بگذشت ،، ص ۳

اسی طرح دیباچہ کے آخر مین ہے،

،، داعی مسلمانان را امید آنست کہ چون ...... ص ۹،

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ دیباچہ نگار زور قلم مین لکھتے لکھتے اپنی پیش کردہ حیثیت فراموش کرجاتا ہے، اور سہواً اور اس کے ساتھ فطرۃً اس کے قلم سے ایسے جملے نکل جاتے ہین، جو مترجم کے بجائے مصنف کے قلم سے ادا ہونے چاہئین، اس لئے اصل حقیقت یہی ہے کہ مصنف نے محض انھین خصوصیات کو پیدا کرنے اور کتاب کی اہمیت بڑھانے کے لئے یہ سوانگ رچا، اور اگرچہ اس موقع پر یہ شبہہ ہوتا ہے، کہ اس سے خود اس کی حقیقی محنت و شہرت کو نقصان پہونچا، لیکن یہ فراموش نہ کرنا چاہئے، کہ اس کا مطمح نظر ذاتی وجاہت اور جاہ طلبی نہین تھا، بلکہ صرف فردوسی کا جواب لکھکر ایک مذہبی فریضہ کو ادا کرنا تھا، جو باحسن وجوہ اسی طریقہ سے پورا ہو سکتا تھا،

اس کے بعد دیباچہ مین اپنی کتاب کی روایتون کی توثیق اور شاہنامہ کی روایتون کو ناقابل اعتماد بتانے کے بعد فردوسی کی قومی عصبیت، عجم پرستی، اور عرب پر عجمی تفوق پیدا کرنے الزامات کی طرف اشارہ کرکے اوس پر تعریض کرتے ہوئے لکھتا ہے ا۔

،، اما انچہ از ملقائے نفس امارہ بود کہ بصد ہزار خبث و خبائث مملو بود و بعداوت و عصبیت قومی در قلم آرند و خدائے و رسول او را در میان نہند، و از سر غلبۂ محبت طائفۂ یا باعثۂ عداوت

گروہی کتابہا بنظم و نثر پردازند و تقوی و دیانت و خداترسی و امانت در پرداخت ...... ص ؛

فردوسی کے معائب پر اسی طریقہ سے طعن و طنز کرنے کے بعد آگے چل کر ،، بخلاف مغازی ائمہ تاریخ ،، لکھ کے فن مغازی کی صحت و صداقت، اور قرناً بعد قرن ائمہ کبار کی توثیق و تائید وغیرہ کا تذکرہ کسی قدر زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے، اور پھر سب سے آخر مین سلطان محمود کو مخاطب کرکے تاریخ عمری کے مطالعہ کا شوق دلایا ہے،

،، پس مقرر ضمیر منیر پادشاہ دین پناہ باد کہ در مجموعہ کہ ہمہ بزرگان امت مصطفے علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات کہ قول و قلم ایشان در دنیا و آخرت مقبول و معتبر بود متفق باشند و در صحت آن ایشان را ہیچ شبہہ و خدشہ نبود لاجرم در مطالعہ آن ثواب و در اعتقاد آن نجات و در تقلید و تتبع آن در جات حاصل بود ،، ص ۸، ۹،

پھر اسی کے بعد چند کلمات دعائیہ پر دیباچہ ختم ہو جاتا ہے،

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے، ابتدائی دو صفحون مین ،، فہرست تاریخ عمری ،، ہے، کتاب کے مباحث تین حصون مین تقسیم ہو سکتے ہین، پہلا حصہ نام و نسب سے خلافت تک، دوسرا فتوحات کی تفصیل مین، اور تیسرا حصہ آپ کے اخلاق و عادات فضائل و مناقب اور اولاد و ازواج کے بیان مین ہے، کتاب کی پوری فہرست حسب ذیل ہے ا۔

فہرست تاریخ عمری، ذکر نام و نشان و لقب و خویشان امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ، ذکر شمشی و قوت از صلابت امیر المومنین عمرؓ، ذکر ہجرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، ذکر انچہ اول خلیفہ کہ او را امیر المومنین گفتند عمر بود رضی اللہ عنہ، ذکر باقی حال نامردیان شام و فتح دمشق، ذکر فتح فحل و بیسان، ذکر وقایعی کہ مثنی حارثہ را در بلاد عراق اتفاق افتاد، ذکر حرب لشکر اسلام بر جابان و فتحے کہ در زمین نمارق مسلمانان را بر آمد، ذکر فتح سقاطیہ از ولایت کسکر از سواد عراق ذکر واقعہ جسر کہ مسلمانان را افتاد، ذکر واقعہ نوبت، ذکر رفتن مثنی بروز بازار، ذکر ہلاک سیدن یزدجرد و شہریار

ذکر امارت سعد وقاص و فرستادن بجنگ رستم بجانب عراق، ذکر فتح جنگ سعد با رستم و آغاز فتح قادسیہ، ذکر باقی مقتل رستم و حصول فتح قادسیہ، ذکر بنائے شہر کوفہ، ذکر بنائے شہر بصرہ، ذکر فتوح بلاد شام کہ در ایام خلافت امیر المومنین میسر شدہ است، ذکر فتح شہر حمص، ذکر فتح شہر قیسرین، ذکر فتح شہر ساریہ، ذکر فتح شہر اجنادین، ذکر فتح ایلیا کہ آن را بیت المقدس گویند، ذکر فتح مصر و شہر رمادہ، ذکر فتح مدائن و قسمت غنائم ہر کس را عطائے معین بود، ذکر آنچہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بدیوان داری افتتاح گردد، ذکر فتح و صفت ایوان کسریٰ و بعضے از تجمل پادشاہانہ او، ذکر واقعہ حلوان، ذکر فتح شہر حلوان، ذکر فتح حصار تکریت و موصل، ذکر مراجعت لشکر اسلام از مدائن در ضمان فتح و نصرت و پرداختن باقی عمارت کوفہ، ذکر انہزام ملک روم از حمص کرت دوم، ذکر فتح شہر جزیرہ، ذکر باز آمدن خالد ولید بمدینہ، ذکر نہضت فرمودن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بجانب شام، ذکر عزل مغیرہ شعبہ از ایالت بصرہ و دادن با موسیٰ اشعری، ذکر فتوح شہر ہائے اہواز، ذکر بیرون آمدن علاء حضرمی با لشکر اسلام از بحرین کاتب فارس، ذکر فتح باقی شہر ہائے اہواز، ذکر فتح شہر نہاوند بر دست لشکر اسلام، ذکر فتح شہر اصفاہان بر دست لشکر امیر المومنین عمر، ذکر فتح ہمدان، ذکر فتح رے و دماوند و قومس، ذکر فتح جرجان و طبرستان، ذکر فتح آذربیجان، ذکر فتح یزدجرد بخراسان و فتوح آن ولایت، ذکر فتوح شہر ہائے ولایت فارس، ذکر فتوح شہر ہائے کرمان، ذکر فتوح سجستان و آن نواحی، ذکر فتوح شہر ہائے مکران، ذکر فتح بردو کہ متصل حدود بصرہ و سند است، ذکر فرستادن سلمہ قیس بجانب کردان و بر آمدن فتح آن، ذکر مقتل امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، ذکر بعضے از مواعظ و نصایح کہ بر لفظ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ رفتہ است، ذکر بعضے از سیرت و صفت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، ذکر بعضے از مناقب و فضائل عمر رضی اللہ عنہ کہ بر لفظ پیغمبر علیہ السلام رفتہ است، ذکر بعضے از آیات و کلام اللہ کہ در شان امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نازل شد، ذکر فرزندان و ذراری و ازواج امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ، ذکر بعضے از موالی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ"۔

کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اس عہد کے ممتاز اہل علم میں تھا، اور اس زمانہ تک جن کتابوں میں حضرت عمرؓ کے سوانح حیات مدون ہوئے تھے، وہ بالعموم اس کے پیش نظر تھیں، فتوحات کا زیادہ حصہ طبری متوفی ۳۱۰ھ اور ابو حنیفہ متوفی ۲۸۲ھ وغیرہ سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے، اور سیر کا حصہ تاریخ الخلفاء سے اخذ کیا گیا ہے، اس وقت تک اخبار الخلفاء مدائنی متوفی ۲۲۵ھ تاریخ الخلفاء ابو جعفر محمد بن حبیب متوفی ۲۴۵ھ اور تاریخ الخلفاء ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری متوفی ۳۹۵ھ وغیرہ تالیف ہو چکی تھیں، کتاب کی اصل خصوصیت اسکی ترتیب و تبویب ہے، انداز بیان میں کوئی نمایاں ندرت نہیں البتہ چونکہ قلم شاہنامہ کے جواب میں اٹھایا گیا ہے، اسلئے عجم پر عربی تفوق کو نمایاں کرنے کی خاص طور پر کوشش کیگئی ہے، اور عرب و عجم کے مقابلہ میں عربوں کی شجاعت و بسالت کا تذکرہ زیادہ شان و شکوہ سے کیا گیا ہے، اور اگر دقت نظر سے دیکھا جائے تو فی الجملہ ان تمام امور کی کچھ نہ کچھ جھلک اس میں بھی آگئی ہے، جن کی بنا پر فردوسی مورد الزام قرار دیا جاتا ہے، خصوصاً حضرت عمرؓ کے حالات مبالغہ آمیزی سے پاک نہیں ہیں مثلاً طبری کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کے لقب فاروق کے متعلق لکھا ہے،

"امام محمد جریر طبری چنین آوردہ است کہ کعب احبار گفت لقب امیر المومنین عمر در توراۃ فاروق است"

لیکن ابن جریر نے اس سلسلہ میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ صرف یہ ہے:-

وقال بعضهم اول من سماه بهذا الاسم اهل الكتاب — اور بعض لوگون کا بیان ہے کہ آپکو سب سے پہلے اہل کتاب نے اس نام سے موسوم کیا

ایک دوسری روایت میں ہے:-

قال ابن شهاب بلغنا ان اهل الكتاب كانوا اول من قال لعمر الفاروق وكان المسلمون يأثرون ذلك من قولهم ص۲۷۲ — ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو اہل کتاب نے سب سے پہلی مرتبہ فاروق کہا اور مسلمانوں نے انھیں سے اس لقب کو اختیار کیا،

اسکی ایک دوسری خصوصیت یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایران کی لڑائیون کے سلسلہ میں ایرانیون اور خصوصاً یزدجرد کے ایسے حالات بھی کہیں کہیں قلمبند کئے گئے ہیں، جو عام عربی تاریخون میں موجود نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین ایسی روایتیں بھی درج کر دی گئی ہیں جو یزدجرد وغیرہ کے متعلق ایران میں عام طور پر مشہور تھیں، اور ان روایتوں کی وجہ سے ایرانیون کے مزید داخلی حالات آشکارا ہوسکتے تھے

حافظ العصر شہاب الدین ابن حجر

از

مولوی سید ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،

"آج کل مولوی سید ہاشم صاحب ندوی حافظ ابن حجر کی مشہور تصنیف درر کامنہ کی تصحیح مین مصروف ہین، جس کی پہلی جلد اب دائرۃ المعارف کی طرف سے شایع ہوئی ہے، اسی تقریب سے ممدوح نے یہ مضمون لکھا ہے، جو شکریہ کے ساتھ شایع ہوتا ہے" "معارف"

نسب نامہ اور خاندانی حالت، احمد بن علی بن محمد بن علی بن محمود بن احمد، کینت ابو الفضل تھی، شہاب الدین لقب تھا، ابن حجر کے لقب سے زیادہ مشہور اور معروف ہوئے، کنانی، عسقلانی نسبت تھی، ابن حجر جد امجد کا بھی لقب تھا، جن کا دوسرا لقب ابن البزاز تھا، یہ آل حجر[1] کی طرف منسوب ہین، آل حجر ایک قوم تھی جس کا اصلی وطن ارض قابس مین تھا، لیکن وہان سے منتقل ہو کر بلاد جرید کے جنوبی حصہ مین سکونت پذیر ہوئی اس خاندان مین علما، محدثین اور فقہا پیدا ہوئے، ان کے والد ماجد نور الدین علی نے ابن سید الناس سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور حاوی صغیر (فقہ کی مشہور کتاب ہے) کے حافظ ہوئے، اس طرح جد امجد قطب الدین ابو القاسم محمد بن محمد بن علی کو ابو الفضل بن عساکر اور ابن القواس نے حدیث کی اجازت دی، اور ان کے چچا فخر الدین عثمان بن علی سے ابن الکویک اور سراج الدھوزی نے فقہ پڑھی،

ولادت اور تعلیم، ۲۲ شعبان ۷۷۳ھ کو مصر مین بمقام عتیقہ[2] پیدا ہوئے، ایام طفولیت ہی مین والد کا انتقال ہو گیا، انتقال کے وقت ان کے والد نے زکی خرنوبی کو اپنا وصی بنایا، چنانچہ، انھین کی

[1] تاج العروس، [2] النور السافر،

کفالت مین ابن حجر پرورش پاتے رہے، ابتدا صدر السفطی شارح التبریزی کی خدمت مین باریاب ہوئے ان سے قرآن حفظ کرنا شروع کیا اور نو سال کی عمر مین حافظ قرآن ہو گئے، اس کے بعد عمدہ، حاوی صغیر مختصر ابن الحاجب الفیۃ العراقی پڑھی، زکی خرنوبی کے ساتھ مکہ پہونچے وہان علما و فضلا کے درس مین شریک ہوئے، یہین سے حدیث کا شوق دامنگیر ہوا، ۷۹۶ھ مین مصر اور قاہرہ کے علماء سے حدیث پڑھی، سراج بلقینی حافظ العراقی اور ابن الملقن سے حدیث اور فقہ، برہان الدین الابناسی اور نور الدین الہیثمی وغیرہ سے صرف فقہ کا درس حاصل کیا، مشہور ائمہ عصر کی صحبتون نے ولولہ، شوق، اور طلب صادق پیدا کر دیا، تحصیل علم کے لئے بلاد اسلامیہ کا سفر اختیار کیا، بڑے بڑے شیوخ کی خدمت مین حاضر ہو کر مختلف علوم و فنون مین مہارت تامہ حاصل کی، سریاقوس[1] مین صدر الدین الابشیطی، غزہ مین احمد بن محمد الخلیلی، رملہ مین احمد بن محمد الایکی، خلیل مین صالح بن خلیل بن سالم، بیت المقدس مین شمس الدین القلقشندی بدر الدین مکی، محمد المنبجی اور محمد بن عمر ابو موسیٰ، دمشق مین بدر الدین بن قوام الیالسی، فاطمۃ بنت المنجا التنوخیۃ فاطمۃ بنت الہادی اور عائشہ بنت الہادی، اور یمن[2] مین زین الدین ابی بکر بن الحسین وغیرہ سے تدریس افتاء اور تحدیث کی اجازت حاصل کی، قرآن اور حدیث کے درس مین شرکت کی، ان علوم کے علاوہ تنوخی سے قرأت سبعہ، مجد الدین فیروز آبادی سے لغت، عماری سے ادب، اور بدر البشتکی سے علم عروض حاصل کیا،

تبحر علمی، اس صدی کے مشہور اور یگانۂ روزگار علماء اور فضلاء کی علمی صحبتون نے ابن حجر کو حافظ الاسلام قدوۃ الامۃ، علامۃ العلماء، حجۃ الاسلام، محی السنۃ، کا لقب بخشا، ان کے استاد اور شیخ حافظ عراقی نے اس امر کی شہادت دی کہ اپنے اقران مین یہ حدیث کے سب سے بڑے عالم ہین، التقی فاسی اور برہان الدین حلبی نے یہ فرمایا کہ ہم نے علم و فضل مین ان کی نظیر نہین دیکھی، عارفین نے ولایت کی بشارت دی،

[1] شذرات الذہب، [2] ایضاً،

بڑے بڑے مصنفین نے اپنے تصانیف میں انکی کتابون سے حوالہ درج کیا ہے، مشہور مورخین نے اپنی تاریخ مین ان کا تذکرہ لکھا ہے، ذیل التقیید مین فاسی نے، طبقات الشعراء مین ابن تنکی نے العقود الفرید مین علامہ مقریزی نے علاء الدین الخطیب الناصریہ نے اپنی تاریخ حلب مین، قاضی ابن شہبہ نے اپنی تاریخ مین اور ابن فہد نے ذیل طبقات الحفاظ مین، ان کے حالات لکھے ہین، غرضکہ اس عصر کے تمام محدثین اور مورخین نے حافظ ابن حجر کو ایک مستند امام رجال تسلیم کیا ہے،

شغل تدریس، امام موصوف بیس سال تک خانقاہ بیبرسیہ مین تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا درس دیتے رہے، کتابون کا املا، اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا، جامع عمرو اور جامع ازہر مین خطبہ دیتے رہے، پھر جب مسند قضاء سے علیحدگی اختیار کی تو دار الحدیث الکاملیۃ مین مستقل طور پر تالیف و تصنیف مین مشغول ہو گئے، رفتہ رفتہ علمی شہرت کا چرچہ تمام بلاد اسلامیہ مین پھیلا، اور پھر طلبہ جوق جوق مختلف مقامات سے سفر کر کے درس مین شریک ہونے لگے، تلامذہ مین بہت سے فاضل محدثین مورخین اور فقہا پیدا ہوئے، امام سخاوی کو چونکہ بہت زیادہ استفادہ کا موقعہ ملا اس لئے تلامذہ کی جماعت مین ان کے علم و فضل کا پایہ بہت بڑھا رہا، وہ خود لکھتے ہین،[۱]

"کہ اول اول مین ۸۴۷ھ[۲] مین امام سے واقف ہوا، اس کے بعد سے مین برابر خدمت مین حاضر رہا، بہت کم ایسا موقعہ ہوا کہ مین شریک درس نہ ہوا ہون، چونکہ مین قریب ہی رہتا تھا، اس لئے ہر درس مین موجود رہا، الاصطلاح اور الفیۃ وغیرہ پڑھنے کے بعد علوم الحدیث لابن الصلاح، التقریب، تعجیل المنفعۃ کا بڑا حصہ، لسان المیزان کامل، مشتبہ النسبۃ، تخریج الرافعی، تلخیص مسند الفردوس، مناقب امام شافعی امالی اور فتح الباری کے اکثر اجزاء رکوان سے سنا، نخبۃ، شرح النخبۃ، خصال المکفرۃ، القول المسدد، بلوغ المرام کا مطالعہ کیا، النکت الظراف، اطراف مسند، زہر الفردوس، تخریج الکشاف، درر کامنہ، قضاۃ مصر کا

[۱] فتح الباری جلد اول، [۲] ایضاً

املا کیا، اور بہت سے تصانیف کی تبییض کی، اور بعض کو خود نقل کیا، حافظ ابن حجر کی عالمانہ شفقت اور سخاوی کی طالب علمانہ سعادت نے سخاوی کو امام بنایا، اسی خاص تعلق ارشاد کی بنا پر امام سخاوی نے ایک مستقل تصنیف مین ابن حجر کے حالات لکھے ہین،

منصب قضا، ۲۱ سال اور چند ماہ مصر مین قاضی القضاۃ رہے[۱]، محرم ۸۲۷ھ پھر رجب ۸۳۳ھ پھر جمادی الاولی ۸۳۴ھ، پھر ۸۴۰ھ اور ربیع الآخر ۸۵۲ھ مین خدمت ان کو سپرد کی گئی، آخر مین تنگ آکر علیحدگی اختیار کر لی،

شعر و شاعری، حدیث کی تحصیل سے قبل اس کا ذوق بہت زیادہ تھا، مستقل ایک دیوان بھی ہے، امام سخاوی نے چند اشعار جو شیخ سے سنے تھے نقل کیا ہے، جن مین عشرہ مبشرہ کا ذکر ہے،

لقد بشر الهادی فی الصحب زمرة … بجنات عدن کلهم فضله اشتهر

"ہادی (رسول اللہ صلعم) نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کو جنت خلد کی بشارت دی ہے، جن کا فضل مشہور ہے"

سعید زبیر سعد طلحة عامر … ابی بکر عثمان ابن عوف علی عمر

وہ جماعت سعیدؓ، زبیرؓ، سعدؓ، طلحہؓ، عامرؓ، ابو بکرؓ، عثمانؓ، ابن عوفؓ، علیؓ اور عمرؓ کی ہے،

دو شعر اور ہین جو حکیمانہ ہین،

ثلاث من الدنیا اذا هی حصلت … لشخص فلن یخشی من الضر والضیر

تین چیزین دنیا مین ایسی ہین کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائین تو اسکو کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہین کرنا چاہئے،

غنی عن بنیها والسلامة منهم … وصحة جسم وخاتمة الخیر

ایک اہل دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامون رہنا دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر،

[۱] حسن المحاضرہ،

امام سخاوی نے اپنے شیخ کے ذوقِ شاعری کی بھی تعریف کی ہے، لیکن جہان تک پتہ چلاہے شعروشاعری کا ذوق محض تفریحِ طبع کے لئے تھا،

اوقات زندگی، روزانہ کے معمولات متعین تھے، تدریس کا ایک خاص وقت تھا، جس مین طلبہ کی جماعتین باری باری آتی تھین، اسی طرح تالیف وتصنیف کے لئے علیحدہ وقت مقرر تھا، مطالعہ، افتاء اور دیگر مشاغل کے لئے خاص وقت تھا،

عادات اور خصائل متواضع حلیم، اور بردبار تھے، عبادت گذار متقی، اور پرہیزگار تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، ان تمام اوصاف کے ساتھ ظریف الطبع تھے، شاعرانہ ذوق، ادیبانہ خیال رکھتے تھے، علماء وفضلاء کی قدرومنزلت کرتے تھے، اصاغر کے ساتھ شفقت اور اکابر کی عظمت کرتے تھے،

حلیہ، چہرہ صاف اور روشن تھا، ڈارھی سفید تھی، بھوڑا پست قد، اور نحیف الجثۃ تھے، آواز بلند تھی، طبیعت مین غایت درجہ کی ذکاوت اور ذہانت تھی،

وفات، تقریباً اناسی سال کی عمر مین ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو یوم دوشنبہ بعد نماز عشا مدرسہ منکوتمریہ کے قریب باب القنطرہ مین انتقال ہوا، دوسرے دن تربت زکی خیروبی کے وسط مین مدفون ہوئے جنازہ کی نماز مین ایک عظیم الشان اجتماع تھا، امام سخاوی کہتے ہین کہ مین نے اس سے بڑا مجمع کسی کے جنازہ مین نہین دیکھا،

تصانیف، امام موصوف کی تحصیل، ان کی تعلیم اور تدریس کا زیادہ دارومدار علوم قرآن، حدیث، رجال تاریخ اور فقہ پر رہا، اس لئے انھین علوم پر امام نے تالیف اور تصنیف کا سلسلہ جاری رکھا، اناسی سال کی عمر مین تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو تک پہونچی،

یہ تصانیف اپنی اہمیت اور مرتبت کے لحاظ سے مختلف درجہ کی ہین،

۱۔ ایک تو وہ ہین جن کی ترتیب تہذیب موضوع اور طرز بیان مین حافظ ابن حجر منفرد حیثیت رکھتے ہین، مثلاً مقدمہ فتح الباری، تعلیق التعلیق، اطراف العشرہ وغیرہ،

۲۔ بعض وہ ہین جو اگرچہ دوسری کتابون کی تلخیص ہین لیکن زیادات، استدراک، استنباط وغیرہ کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی ہین، مثلاً الاصابہ، تہذیب التہذیب، لسان المیزان وغیرہ،

۳۔ بعض وہ ہین جو دوسری کتابون کی شرح اور تخریج کی حیثیت رکھتی ہین، لیکن دیگر شروح مین احتواء مضامین تشریح و توضیح مشکلات کے لحاظ سے فائق ہین مثلاً فتح الباری، التخریج الرافعی تخریج احیاء العلوم وغیرہ،

۴۔ بعض وہ ہین جو رسائل کی حیثیت رکھتی ہین، مثلاً نخبۃ الفکر، بلوغ المرام وغیرہ

حافظ ابن حجر کی تصانیف کا جس قدر پتہ چلا ہے، وہ تین حصون مین منقسم کرکے درج ذیل ہین، ۱۔ وہ تصانیف جنکے نسخے موجود ہین، (۲) وہ جن کا ذکر کشف الظنون، شذرات اور دوسری کتابون مین ہے، (۳) وہ جو مطبوعہ ہین،

۱مصنفات ابن حجر جنکے نسخے کتبخانون مین محفوظ ہین،

۱۔ تغلیق التعلیق، یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، اس مین مرفوع، موقوف اور متابعات کی تعلیق سے بحث ہے،

۱۔ اسانید موصولہ کا ذکر ہے، کشف الظنون مین لکھا ہے، کہ یہ نہایت مفید اور جامع کتاب ہے، اس سے پہلے کسی نے اس موضوع پر کوئی کتاب نہین لکھی، صاحب شذرات نے لکھا ہے کہ یہ بہت نفیس کتاب ہے، اولہ الحمد للہ الذی من تعلق طاعنہ فقد استد امسہ الے العظیم، ۸۰۳ھ کی یہ تصنیف ہے،

ایک تعلیق صحیح البخاری کا قلمی نسخہ کتبخانہ مین ہے، فہرست مین نوین صدی کے ایک مشہور عالم کی تصنیف بتائی ہے، اور سنہ تصنیف ۸۰۸ھ لکھا ہے، ممکن ہے کہ یہ حافظ ابن حجر ہی کی تعلیق

کا نسخہ ہو،

۲۔ اتحاف المہرۃ باطراف العشرہ،

صحاح ستہ اور مسانید اربعہ کی تمام روایتون کو اطراف کے عنوان سے جمع کیا ہے، آٹھ جلدون مین یہ کتاب ہے، اس مین سے اطراف مسند ابن حنبل کو علحدہ لکھا ہے، جو اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی کے نام سے مشہور ہے، اس کی دو جلدین علحدہ ہین،

اتحاف المہرہ کا قلمی نسخہ علامہ یوسف بن شاہین سبط المولف کے قلم کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد مین موجود ہے، سنہ کتابت ۸۴۲ھ یعنی مصنف سے بیس برس بعد لکھا گیا ہے، یہ کتاب عزیز الوجود ہے،

۳۔ الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف،

احادیث کشاف کی تخریج سب سے پہلے امام زیلعی المتوفی ۷۶۲ھ نے کی ہے، حافظ ابن حجر نے اسکی تلخیص ایک جلد مین کی ہے، اور اس پر استدراک بھی لکھا ہے، مقدمہ مین لکھتے ہین،

کہ امام زیلعی نے احادیث مرفوعہ کو بالاستیعاب لکھا، اور پھر طرق روایت اور مخرج کو اسی نہج سے لکھا ہے، جس نہج سے ہدایہ کی تخریج کی ہے، لیکن بہت سی مرفوع حدیثین جن کو زمخشری نے اشارۃً لکھا ہے، نظر سے رہ گئی ہین، یہ تصنیف ۸۲۱ھ کی ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین ۸۹۵ھ کا لکھا ہوا ہی حجم ۹۴ ورق ہے، ایک نسخہ برلن مین بھی ہے،

۴۔ تحفۃ الظراف باوہام الاطراف،

الاطراف للمزی کا جب حافظ ابن حجر مطالعہ کر رہے تھے تو دوران مطالعہ مین اس پر حواشی لکھتے گئے، یہ سلسلہ اس قدر بڑھا کہ یہ مستقل کتاب بنگئی، ۸۱۶ھ مین اس کا تھوڑا حصہ لکھا تھا، پھر ۸۳۹ھ کے ذیقعدہ مین اس کی تکمیل کرکے نقل کیا،

اس کا ایک نسخہ پٹنہ لائبریری مین ہے جو مصنف کے نسخہ سے منقول ہے، ایک دوسرا نسخہ مع شرح برلن مین ہے،

۵۔ بذل الماعون فی فضل الطاعون، اولہ الحمد للہ علی کل حال ونعوذ باللہ ..... ونسألہ عن الدنیا والاخرۃ،

طاعون کے متعلق جس قدر احادیث مروی ہین ان کو جمع کیا ہے، اور پانچ ابواب پر منقسم کیا ہے، آخر مین الفاظ اور لغات کی تشریح کی ہے، جمادی الاولی ۸۳۳ھ کی تصنیف ہے، اس کا ایک نادر نسخہ تلمیذ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا پٹنہ لائبریری مین ہے،

۶۔ الاربعین المتباینہ، حافظ ابن حجر نے مدرسہ شیخونیہ مین ۸۳۰ھ مین اس کا املا کرایا، اس کا ایک قدیم نسخہ پٹنہ لائبریری مین ہے، جس مین مصنف کی سند کا ذکر ہے، جو ۸۳۸ھ مین تلامذہ کو لکھ کر دیدی ہے،

۷۔ انتقاض الاعتراض،

امام عینی نے اپنی شرح صحیح البخاری مین فتح الباری پر جو کچھ اعتراضات کئے تھے، حافظ ابن حجر نے ان اعتراضات کا محدثانہ جواب دیا ہے، ابواب بخاری کی ترتیب پر یہ کتاب لکھی گئی ہے، صاحب کشف الظنون لکھتے ہین کہ تمام اعتراضات کا بالاستیعاب جواب نہین دیا، روزانہ اعتراضات اور جوابات کا املا کراتے تھے، اسی اثنا مین انتقال ہوگیا،

اس کا ایک نادر نسخہ ۸۳۱ھ کا مکتوبہ رام پور کے کتبخانہ مین ہے، مصنف کے نسخہ سے غالبًا تیسری نقل ہے، یہ نہایت دلچسپ کتاب ہے، اس کے مقدمہ مین فتح الباری کی تصنیف کا مفصل تذکرہ ہے، اور انتقاض کی تصنیف کی ضرورت سے بحث کی ہے،

۸۔ تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس، ابو نصر الدیلمی کی مسند فردوس کا خلاصہ ہے، تیسری

محرم ۸۰۲ھ کو اس کی تالیف سے فارغ ہوئے، اس کا ایک قدیم الخط نسخہ پٹنہ لائبریری مین ہے،

۹۔ زوائد مسند بزار، و للہ الحمد للہ حمدا کثیرا،

مسند ابن حنبل اور صحاح ستہ سے جو احادیث اس مین زیادہ تھے، ان کو جمع کیا ہے، یہ امام ابو الحسن الہیثمی کی کتاب کا خلاصہ ہے، ۲۰ر شعبان ۸۰۸ھ مین اس سے فارغ ہوئے، اس کا ایک جدید الخط نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے،

۱۰۔ امالی ابن حجر،

یہ امالی اکثر فن حدیث پر مین، چار سو سے زیادہ امالی کا پتہ چلتا ہے، اس کا ایک مختصر جزء کتبخانہ رام پور مین ہے، یہ حصہ تخریج احادیث اذکار سے متعلق ہے، محمد بن احمد بن یعقوب الازہر الشافعی نے ۸۳۲ھ مین مصنف کے سامنے لکھا اور مصنف نے اس کا املا کیا، آخر مین یہ عبارت ہے،

آخر المجلس الثلاثون من تخریج احادیث للاذکار و ھو العاشر بعد الاربعمائة من الامالی المصریة بالقاھرة،

۱۱۔ تبصرة المنبة فی تحریر المشتبہ،

علامہ ذہبی کی کتاب المشتبہ پر یہ استدراک اور تلخیص ہے، جہان اطناب ہے، وہان اختصار کیا ہے، اور جو چیزین چھوٹ گئی ہین، ان کا اضافہ کیا ہے، ۸۱۶ھ کی یہ تصنیف ہے،

اس کا ایک نادر نسخہ شیخ برہان احمد بن الجبدر کے ہاتھ کا لکھا ہوا برٹش میوزیم مین موجود ہے، جو مصنف کے نسخہ سے منقول ہے، دوسرا نسخہ کتبخانہ رام پور مین ہے، یہ احمد بن ابی بکر بن اسمٰعیل بن سلمہ البوصیری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، یہ بعہد مصنف نقل کیا گیا ہے، تیسرا نسخہ کتب خانۂ آصفیہ مین ہے، جو قدیم الخط ہے،

۱۲۔ انباء الغمر بانباء العمر، یہ تاریخ ابن حجر کے نام سے زیادہ مشہور ہے، خود مصنف نے اس کتاب کا حوالہ اپنی دوسری کتابون مین بکثرت دیا ہے، و للہ الحمد اللہ الباقی و کل مخلوق یفنی،

برٹش میوزیم مین اس کا ایک نسخہ موجود ہے، ایک نسخہ برلن مین ہے،

۱۳۔ رفع الاصر عن قضاة مصر،

قضاة مصر کی مفصل تاریخ ہے، ابتداء فتح مصر سے آٹھوین صدی تک کے قضاة کے حالات لکھے ہین، اور ان کو طبقات پر منقسم کیا ہے، اور ان طبقات کو سنین پر قایم کیا ہے، آخر مین اپنا تذکرہ بھی لکھا ہے، اس کا ایک نسخہ ۸۱۱ھ کا مکتوبہ کتب خانہ خدیویہ مین ہے، اور ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ مین ہے،

۱۴۔ مناسک الحج، مناسک حج مین ایک رسالہ ہے، اس کا ایک نسخہ مدرسہ حجیات موصل مین ہے[1]،

۱۵۔ المعجم المفہرس، مقدمہ مین لکھا ہے کہ میرے احباب نے بار بار مجھ سے اصرار کیا کہ مشہور کتب احادیث کے اساتذہ کو جمع کرکے اور ان کو ایک معجم کی صورت مین ترتیب دون، چنانچہ ان کے امر کی تعمیل مین حروف تہجی پر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے،

۸۵۲ھ کا مکتوبہ نسخہ کتب خانہ خدیویہ مین ہے، یہ اصل مصنف کی ہو یا اس کی نقل ہو،

۱۶۔ تحفہ اہل الحدیث عن شیوخ الحدیث،

اس کتاب کی تین جلدین ہین، اس کا ایک نسخہ مدرسہ الملازکر اور ایک یحیی پاشا کے مدرسہ مین ہے، یہ دونون مدارس محلات موصل[2] مین ہین،

۱۷۔ دیوان ابن حجر، و للہ الحمد احمد اللہ علی احسانہ

یہ دیوان سات عنوانون پر مرتب ہے، اول، نبویات، دوم ملوکیات، سوم اخوانیات، چہارم غزلیات، پنجم اغراض المختلفہ، ششم موشحات، ہفتم مقطعات،

[1] مخطوطات موصل، [2] ایضاً،

اس کا ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین ہے، اور ایک نسخہ جامع الباشا موصل مین ہے؛

۱۸- الاستدراک علی تخریج احادیث الاحیاء،

احیاء العلوم للغزالی کے احادیث کی تخریج حافظ عراقی نے کی ہے، حافظ ابن حجر نے اس پر استدراک کیا ہے؛

کتبخانہ رام پور مین اس کا ایک ناقص نسخہ ہے،

۱۹- نزہۃ الالباب فی الالقاب، اولہ الحمد للہ الذی لہ الاسماء الحسنی الصفات العلیا

مصنف ابوبکر الشیرازی کا یہ خلاصہ ہے، امام سخاوی نے ۸۶۲ھ مین مصنف کے نسخہ کے مسودہ سے تبییض

کی، اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم مین ۹۳۰ھ کا لکھا ہوا ہے،

۲۰- الاحادیث لابن حجر، اس کا ایک نسخہ برلن کے کتبخانہ مین ہے،

۲۱- الاحکام لبیان ما فی القرآن، قرآن کے مبہم الفاظ و مطالب کی توضیح کی ہے،

برلن مین اس کا ایک نسخہ ہے،

۲۲- ارجوزہ لابن حجر، یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ ارجوزہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا ہے یا ابن حجر الہیتمی

کا ہے،

اس کا ایک نسخہ برلن مین ہے،

۲۳- تخمیس لابن حجر، کتبخانہ برلن مین موجود ہے،

۲۴- الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، آٹھوین صدی کے علماء، فضلاء، صلحاء، سلاطین

امراء، عہدہ داران ملک اور خدمات سلطنت کی ضخیم تاریخ ہے، جسمین (۵۰۰۴) تراجم ہین، ۸۳۲ھ مین

اس کی تصنیف سے حافظ ابن حجر فارغ ہوئے، اور ۸۳۷ھ تک وقتاً فوقتاً اس مین اضافہ کرتے رہے، لیکن

آخر تک یہ کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہونچ سکی، بہت سے تراجم کی کمی تھی، بہت سے اصحاب کا مختصر تذکرہ

تھا، بعض کا صرف نسب نامہ لکھکر چھوڑ دیا تھا، اور بعض جگہ بیاض چھوڑ دی تھی، امام سخاوی نے

بہت سے تراجم کا اپنی تحقیق سے اضافہ کیا، اور بعض مفید چیزین استدراکاً لکھین، یہ صرف آٹھوین صدی

کے رجال ہی کی تاریخ نہ رہی، بلکہ اس صدی مین مصر و قاہرہ، حلب، دمشق، حجاز، یمن اور دیگر بلاد اسلامیہ

کے تمام غزوات کا ضمنی طور پر تذکرہ ہے، جس سے مختلف ملکون، حکومتون اور سلطنتون کی تاریخ پر روشنی

پڑتی ہے،

اس کتاب کے مندرجہ ذیل نسخے موجود ہین،

۱- نسخہ شامیہ، یہ بخط عرب نوین صدی کے آخر یا دسوین کے اوائل کا لکھا ہوا ہے، بخط

سخاوی اس نسخہ مین بہت سے تراجم کا اضافہ اور استدراک ہے، کہین کہین تصحیح بھی کی ہے، اور بہت

سے الفاظ پر شک کی علامت ظاہر کی ہے، یہ نسخہ دائرۃ المعارف مین موجود ہے، جو شام سے خریدا گیا،

۲- نسخہ برٹش میوزیم، یہ بھی قدیم الخط ہے، مصنف کے کسی شاگرد کا مکتوبہ ہے،

۳- نسخہ کتبخانہ خدیویہ، قدیم الخط اور نادر ہے،

۴- نسخہ کتبخانہ رام پور، یہ اگرچہ جدید الخط ہے اور کتابت کی بکثرت غلطیان ہین، لیکن

مدینہ طیبہ کے نسخہ سے منقول ہونے کی وجہ سے کار آمد ہے، بہت سے صحیح الفاظ اور زیادات ملجاتے ہین،

۵- نسخہ کتبخانہ آصفیہ،
۶- نسخہ کتبخانہ بانکی پور،
یہ تینون نسخے تقریباً ایک ہی نسخہ سے منقول ہین اور سب جدید الخط ہین،

۷- نسخہ کتبخانہ راجہ صاحب سلیم پور،

۸- نسخہ ناصریہ، (جناب مولانا ناصر حسین صاحب لکھنوی، قدیم الخط اور صحیح ہے، غالباً

مدینہ طیبہ کے نسخہ سے یہ منقول ہے، اور گیارھوین صدی کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے،

یہ کتاب تاریخی حیثیت سے اہم ہونے کی بناپر دائرۃ المعارف مین زیر طبع ہے، اس کی پہلی جلد

بحمد اللہ شایع ہوگئی جس مین ۴، ۴ تراجم ہین، بقیہ جلدین زیر تصحیح اور مقابلہ ہین،

مصنفاتِ ابن حجر جن کا ذکر کشف الظنون اور شذرات الذہب میں ہی،

۲۵۔ الاعجاب ببیان الاسباب، ۲۶۔ الاتقان فی فضائل القرآن،

۲۷۔ تجرید التفسیر، صحیح بخاری سے سور کی ترتیب پر تفسیر جمع کی ہے،

۲۸۔ اطراف الصحیحین، ۲۹۔ اطراف المختارہ،

۳۰ التشویق الی وصل التعلیق، ۳۱۔ المقتضب من فتح الباری،

۳۲ الزہر المطلول فی الحدیث المعلول، ۳۳۔ شفاء الغلل فی بیان العلل،

۳۴ تقریب المنہج بترتیب المدرج، ۳۵۔ المقترب فی بیان المضطرب،

۳۶ التقریح علی التدریج، ۳۷ مزید النفع بما رجح فیہ الوقف علی الرفع،

۳۸۔ بیان الفصل بما رجح فیہ الارسال علی الوصل، ۳۹ تقویم الاسناد بمدرج الاسناد،

۴۰۔ الاجوبۃ المشرقۃ عن الاسئلۃ المفرقۃ، ۴۱، تصحیح الروضہ[1]،

۴۲ شرح الاربعین ۴۳ الانتفاع بترتیب الدارقطنی علی الانواع،

۴۴ تلخیص الترہیب والترغیب ۴۵ کتاب تقریب الغریب،

۴۶ تحریر المیزان، ۴۷ مختصر البدایہ والنہایۃ[2]،

۴۸ طبقات الحفاظ، ۴۹ شرح مناسک المنہاج،

۵۰ ترجمۃ النووی، ۵۱ المنحۃ فیما علق بہ الشافعی علی الصحۃ،

۵۲ الہبار الانبا فی بناء الکعبۃ ۵۳ تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب،

[1] الروضہ للنووی کی تصحیح کی ہے، اس سے امام عینی نے شرح بخاری میں استفادہ کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس نسخے کی غلطیان لکھی ہیں اور ان کی تصحیح کی ہے، [2] ابن کثیر کی مشہور تاریخ کا خلاصہ، اصل کتاب دس جلدون مین لکھی گئی،

۵۴ المطالب العلیۃ من روایۃ المسانید الثمانیۃ، ۵۵ التعریف الاوحد باوہام من جمع رجال المسند،

۵۶ کتاب الاعلام بمن ولی بمصر فی الاسلام، ۵۷ قوت الفئۃ فیمن عاش مائۃ من ہذہ الامۃ،

۵۸ القصد الاحمد فیمن کنیتہ ابو الفضل واسمہ احمد، ۵۹ آفاقۃ الدلائل علی معرفۃ الاوائل،

۶۰ الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والمؤخرۃ، ۶۱ الشمس المنیرۃ فی معرفۃ الکبیرہ،

۶۲ الانوار بخصائص المختار، ۶۳ الآیات النیرات للخوارق والمعجزات،

۶۴ الاقتناع[1] فی روایۃ القران، ۶۵ عجب الدہر من فتای شہر،

۶۶ کتاب فوائد الاحتفال فی بیان احوال الرجال[2]،

مصنفات ابن حجر جو مطبوعہ ہین،

۶۷ شرح البخاری المشہور بفتح الباری، تقریباً تیس جلدون مین یہ شرح لکھی گئی، اس پر ایک بسیط مقدمہ لکھا ہے، جو نہایت مقبول ہوا، مصنف نے ۸۱۳ھ مین مقدمہ سے فراغت حاصل کی، اور ۸۴۲ھ تک اس شرح کی تکمیل مین مشغول رہے، مصر اور ہندوستان مین طبع ہوئی،

۶۸ مختصر تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب کا خلاصہ ہے، بلکہ تہذیب الکمال للمزی اور الکمال پر استدراک بھی کیا ہے، رواۃ حدیث کو ۱۲ طبقون مین تقسیم کیا ہے، مصر اور ہندوستان مین طبع ہوگئی ہے،

۶۹ کتاب تعجیل المنفعۃ، مسانید ائمہ اربعہ کے رجال سے علامہ محمد بن علی بن حمزہ الحسینی نے التذکرہ مین ایک مفصل بحث کی ہے، حافظ ابن حجر نے اسی کتاب کو پیش نظر رکھکر اس کا خلاصہ کیا، اور ائمہ اربعہ کے دوسرے تصانیف سے رواۃ کا اضافہ کیا، دائرۃ المعارف حیدر آباد مین طبع ہوئی،

۷۰ تہذیب التہذیب، فن رجال کی مشہور کتاب ہے، تہذیب الکمال کی تلخیص اور اس پر استدراک ہے، ۱۲ جلدون مین دائرۃ المعارف سے شایع ہوئی،

[1] اس کتاب کا نام شذرات مین صاف نہین لکھا ہے، [2] رجال بخاری کو جمع کیا ہے،

۷۱، الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، معرفۃ الصحابہ مین ہے استیعاب، ذیل استیعاب لابن عبد البر اور اسد الغابہ کا خلاصہ اور اس پر اضافہ کیا ہے، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی ہے، اب مصر مین بھی طبع ہو گئی،

۷۲، لسان المیزان، فن رجال مین ہے، اس مین کذاب، وضاع متہم بالوضع ضعفاء اور مبتدعین کو حروفِ تہجی پر جمع کیا ہے، کتاب الضعفاء للدارقطنی، کتاب الضعفاء للحاکم، الکامل لابن عدی اور کتاب الضعفاء لابن جوزی، وغیرہ سے اقوال نقل کئے ہین، چھ جلدون مین دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی،

۷۳، توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس، امام شافعیؒ کے مناقب مین ہے، مصر مین طبع ہوئی،

۷۴، الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ، امام لیث بن سعد کے حالات مین ہے، مصر مین طبع ہوئی،

۷۵، تعریف اولی التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، طبقات المدلسین مین ہے ۸۱۵ھ کی یہ تصنیف ہے، مصر مین طبع ہو گئی،

۷۶، القول المسدد فی الذب عن مسند احمد، مسند ابن حنبل پر جو اعتراضات تھے انکو دفع کیا ہے، دائرۃ المعارف مین طبع ہوئی،

۷۷، نخبۃ الفکر، مطبوعہ ہند، ۷۸، بلوغ المرام مطبوعہ ہند،

۷۹، نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مصر و ہند ۸۰، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، مطبوعہ ہند،

۸۱، الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ، مطبوعہ لکھنؤ، ۸۲، دیوان خطب، مطبوعہ بولاق مصر

۸۳، التمیز فی تخریج احادیث الوجیز، مطبوعہ ہند،

۸۴، مراتب المدلسین، مطبوعہ مصر،

مادیّت

(ترجمہ مع اضافہ)

از

جناب محمد حبیب اللہ صاحب رشدی ایم اے (عثمانیہ)

لانگ اپنی کتاب "تاریخ مادیت" کی ابتدا مین لکھتا ہے:-

"مادیت اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ خود فلسفہ، لیکن اس سے زیادہ قدیم نہین"

اس طرح وہ غلط خیال کی (جو بہت عام ہے) تردید کرتا ہے، کہ مادیت سادہ فہمی کا نظریہ ہے، مادیت ایک الہاماتی حذرسیہ (مفروضہ) ہے، یعنی یہ ایک مشہور ترین نظریہ ہے جو ایک مربوط اور معقول طریقہ پر تکوینِ عالم کی توجیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے،

حقیقتِ کائنات کی تعبیر کے لئے یونانی فلسفیون کی ابتدائی کوششون کا رجحان یقیناً مادیت کی طرف رہا، انھین اس اصلی جوہر کی تلاش تھی، جس سے تمام چیزین پیدا ہوئین، اس طرح بعضون نے پانی کو، بعضون نے آگ کو، اور بعضون نے ہوا کو اصل ماخذ قرار دیا، ان نظریون سے حیات نفسی کی کوئی تشریح نہین ہوئی، کیونکہ اس وقت تک نفس، فلسفیانہ غور و فکر کا موضوع نہین بنا تھا، امپیڈکلس (جس نے چار عناصر کا اصول قایم کیا) اور انکساغورس (ہر دو تقریباً ۴۵۰ق م) نے سب سے پہلے توجیہ کائنات کے لئے اصولِ نفس سے کام لئے، امپیڈکلس نے محبت اور نفرت کو اور انکساغورس نے نفس منتظم کو اصول عامل قرار دیا، اس زمانہ سے روح اور مادہ مین تصرفِ کائنات کے لئے ایک پیکار چلی آتی ہے، قرون ماضیہ مین فلسفہ کبھی نفس کے تصرف کا قائل رہا، اور کبھی مادہ کے تصرف کا اور بعض

اوقات دونون کا،

لوسپس اور دیمقراطیس کا نظریۂ سالمیت اور رواقیین کی علیات دونون یقیناً مادی ہین، قرون وسطیٰ اور عہد جدید کی ابتدا مین فلسفہ دینیات کے غلبہ کی وجہ ثنوی یعنی روح اور مادہ دونون کا ماننے والا رہا، ڈیکارٹ نے ثنویت کو نہایت عمدہ فلسفیانہ انداز مین سمجھایا ہے،

اٹھارہوین صدی مین ایک فرانسیسی طبیب لامتری (۱۷۰۹ء، ۱۷۵۱ء) نے اپنی کتاب "انسان من حیث الالٰہ" مین ایک مطلق مادیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اور یہ سمجھایا ہے کہ تمام افکار طبعی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہین، اس کے بعد بارن ہال باخ (متوفی ۱۷۸۹ء) نے اپنی کتاب "نظام فطرت" مین مادیت کی تفصیلی تحقیق درج کی ہے، اس سے اس کا مقصد اس زمانہ کی مذہبی بدگمانیون کو دور کرنا تھا،

کانٹ، فشتے، شیلنگ اور ہیگل کے تصوریہ نظامات کے اثر سے ایک مدت تک مادیت بالکل نظرون سے گر گئی، لیکن ہیگل کے فلسفہ کے زوال کے بعد ہی پھر اس کا احیا ہوا، ووگٹ، مولشاٹ اور بیخنر نے مادی نظریہ عالم کی زور شور سے حمایت کی بیخنر کی کتاب "قوت اور مادہ" کئی بار چھپی جس سے مادیت کے نظریہ کی بے حد اشاعت ہوئی، حواس ظاہری کی متعلق جسمانی تحقیقات کی ترقی، اور دماغ کے متعلق ہماری معلومات نے مادیت کی طرف اور بھی زیادہ متوجہ کر دیا، پچیس تیس سال ہی سے علمی حلقون سے مادیت کا اثر جاتا رہا ہے، اگر پھر بھی عوام کے تعلیم یافتہ طبقے اب تک اس پر یقین رکھتے ہین، ہمین اب مادیت کے اہم ترین مفروضون کو جانچنا اور ان دلیلون کا مطالعہ کرنا چاہئے، جو اسکی تائید مین پیش کئے جاتے ہین،

مادیت کے لئے سب سے اہم مسئلہ عمل نفسی کا حل کرنا ہے، یعنی جب یہ مان لیا گیا کہ تمام کائنات مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذرون (سالمات) سے مرکب ہین، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ ایسا مادہ

انسان کی صورت مین تشکیل پاکر کیونکر سوچنے اور غور و فکر کرنے لگا، وہی مادہ جب تک زندہ انسان کی شکل مین رہتا ہے، اس مین خیال، جذبہ اور ارادہ پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن جب وہ زندہ انسان کی شکل مین نہین رہتا تو ان سب چیزون سے عاری رہتا ہے، اس لئے مادیت سب سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہتی ہے، کہ ہر وہ چیز جس کو ہم عمل نفسی کہتے ہین، یعنی اپنے شعور مین ہم جس جس چیز کا تجربہ کرتے ہین، وہ ہمارے اعضا ہی کا، خصوصاً دماغ کا وظیفہ (فعل) ہے، جس طرح دوسرے اعضا اپنا فریضہ انجام دیتے ہین، مثلاً جگر کا کام صفرا پیدا کرنا ہے، بالکل اسی طرح دماغ کا کام خیال پیدا کرنا ہے، پس عملِ نفسی مثلاً کوئی خیال کوئی جذبہ یا عملِ ارادہ کی ماہیت کا علم اس عمل نفسی سے مطابقہ عمل دماغی کے جانچنے کے بعد ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری دانست مین نفس جو عمل کرتا ہے، اگر ہم اس کو کسی ذریعہ سے جانچین تو معلوم ہوگا کہ دماغ مین بھی اسی کے مطابق عمل ہوگا، اس سے ظاہر ہے، کہ عملِ نفسی عملِ دماغی کا دوسرا نام ہے، اس طرح مادیت کے لحاظ سے نفسیات دماغ کی عضویات ہے، مادیت کی بڑی کوشش یہ ہے کہ جسم سے علیحدہ کسی جوہر نفسی کے ماننے کو علمی لحاظ سے غلط اور اس کے وجود کو تجربہ کے خلاف ہونا ثابت کرے، اس دعویٰ کی تائید مین جو سب سے اہم دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ یہ ہین :-

۱- اسلوبی استدلال،

ایسے غیر مادی جوہرِ نفسی کا مفروضہ (جو مستقل بذات ہے، اور جسم سے بالکل علیحدہ ہے) یا تو دورِ جاہلیت کا عقیدہ ہے، یا بے علمی کا نتیجہ، اور جس شخص کا اس پر یقین ہے، وہ ان ہی طبعی انسانون کے برابر ہے جو ہر ایک کام کو کسی نہ کسی غیر مرئی عفریت کا فعل سمجھتے ہین، تجربہ سے جسم اور اس کے اعضا کے سوا کسی دوسری چیز کا پتہ نہین چلتا، یہ نظام عضوی جو کچھ کرتا ہے، یا جو کچھ اس مین واقع ہوتا ہے، اس کو اسی کے اعضا کا وظیفہ (فعل) سمجھنا چاہئے، جوہر نفسی کا مفروضہ ایک الٰہیاتی ادعا ہے، جو فضول بھی ہے اور غیر معقول بھی، اس کو علم صحیح سے بالکل خارج کر دینا چاہئے،

۲۔ حیلی استدلال[1]،

علم طبیعی کے نظریۂ تکوینات عالم مین یہ قانون فرض کرلیا گیا ہے، جس کا ثبوت بھی ملتا رہتا ہے، کہ کائنات کی امکانی قوت یعنی موجودہ قوت فاعلہ مین نہ اضافہ ہوسکتا ہے نہ تخفیف وہ بحالہ اتنی کی اتنی ہی رہتی ہے، کائنات مین کوئی ایجاد یا ابداع ہو تو اس مین اسی قوت کا استحالہ ہوتا ہے، مثلاً حرکت گرمی مین تبدیل ہوجاتی ہے، اور گرمی حرکت مین، برقی رو جب پانی مین گذرتی ہے، تو کیمیائی نتائج پیدا کرتی ہے، یہ مفروضہ کہ قوت مین نیا اضافہ نہین ہوتا کائنات کے نظام حیل کو سادہ اور آسان بنادیتا ہے،

لیکن اگر ہم ایک ایسے جوہر نفسی (یعنی روح) کو فرض کرلین جو جسم سے بالکل علیحدہ ہے، اور اعصاب کو اپنے ہی مبدا سے (غیر حیلی طور پر) منقبض اور متحرک کردیتا ہے، تو یہ ماننا پڑیگا کہ اس صورت سے جوہر نفسی قوت فاعلہ مین اضافہ کرتا ہے، اس کے یہ معنی ہوئے کہ نئی قوت پیدا کرتا ہے، پس یہ مفروضہ متذکرہ بالا اصول تحفظ قوت کے (جس کی عملی طور پر متعدد دفعہ تصدیق ہوچکی ہے) متناقض ہے، اس لئے غیر علمی ہونے کی وجہ سے قابل رد ہے،

۳۔ کونیاتی استدلال،

ایک زمانہ ایسا بھی تھا، جس مین ہماری دنیا ایک دہکتے ہوئے غازی سحابیہ[2] کی حالت مین تھی، اس زمانہ مین یقین ہے کہ اس پر کوئی عضوی حیات کا وجود نہ ہوگا، نہ کوئی انسانی ہستی اس وقت موجود ہوگی، اس لئے کوئی نفسی جدوجہد بھی نہ ہوگی، بعد مین جب زمین کافی طور پر سرد ہوچکی ہوگی اور عضوی حیات کے موافق حالات پیدا ہوگئے ہون گے تب کہین نباتی اور حیوانی حیات وجود مین

[1] حیلی استدلال کو Mechanical argument اس کو میکانکی استدلال بھی کہہ سکتے ہین لیکن مین اس کے بجائے، حیلی استدلال، پسند کرتا ہون جو قدیم لفظ، علم الحیل سے مشتق ہے (رشدی)

[2] Gaseous Nebula

آئی ہوگی جس کے بعد کے دور مین انسان نے ارتقا پایا، اس سے معلوم ہوا کہ حیات نفسی، حیات عضوی سے پیدا ہوئی اور یہ (یعنی حیات نفسی) حیات عضوی کے عضویاتی حالات تک ہی محدود ہے، پس اس کے کچھ معنی نہین کہ نفس کو نظام عضوی سے علیحدہ کوئی شے فرض کیا جائے، اس لئے کہ اس کی اصل نظام عضوی سے متعلق ہے، اور یہ دونون ساتھ ساتھ فنا ہون گے،

ان سب استدلالات پر اگر ایک ساتھ نظر ڈالی جائے، تو وہ بہت زبردست نظر آتے ہین، یا کم از کم یہ اپنے دعوی کی طرف مائل ضرور کرلیتے ہین، اس لئے یہ بات قابل تعجب نہین، کہ عوام کے وسیع حلقون مین نظریۂ مادیت ہی اکیلا ممکنہ نظریۂ عالم مانا جاتا ہے،

سب سے پہلے، اسلوبی استدلالات کے متعلق، جوہر نفسی کے مفروضہ کے خلاف نفسیات جدیدہ کو آج سے متفق ہونا چاہئے، (لیکن بالکل دوسرے اعتبارات مین) کسی صورت مین بھی تجربہ سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ جوہر نفسی اعمال نفسی سے علیحدہ (مستقل بالذات) ہے، جس کو ہمارے سوچنے، محسوس کرنے اور ارادہ کرنے کی اساس سمجھا جائے، اعمال نفسی کی یہ خصوصیت ہے، کہ وہ ہمیشہ واقعات کی صورت مین ہم پر ظاہر ہوتے ہین، اور ایسی کوئی مادی اساس نہین جس کے یہ نتائج ہون، اگر ہم باوجود اس واقعہ کے روح یا نفس کا ذکر کرتے ہین تو ہمارے اس قول کی بنیاد وہی ہے، جس کو ہم نے پہلے اساسی خودشعوری سے تعبیر کیا ہے، حکم[1] کے فعل کی اگر تحلیل کی جائے تو موضوع اور محمول کی صورت مین ایک آلۂ خیال ثابت ہوگا، جس طرح ایک ماہر طبعیات مقناطیسی اور برقی حادثات کی علت یقین کے ساتھ مقناطیسیت اور برقیت کو بتاتا ہے، اگر نفسیات اسی طرح روح کے تصور کو ظاہر کرے اور روح مستقل بالذات شے تصور نہ کیجائے، بلکہ اس کو محض اعمال نفسی کا فاعل مانا جائے، تو یہ طریقۂ بیان کسی صورت مین بھی غیر علمی نہین کہا جاسکتا لیکن، اگر ہم ایسے جوہر نفسی کو فرض کرلین جو جسم سے علیحدہ ہے، اور اپنا مستقل وجود رکھتا ہے،

[1] حکم = judgement

بلکہ موت کے بعد بھی قایم رہتا ہے، تو البتہ ہم نفسی تجربہ کی شہادت کے دائرہ سے باہر ہو جائین گے،

ہر مادی شے خواہ اس سے کتنا ہی مادی جزو نکال دیئے جائین پھر بھی وہ ہمارے ذہن مین مادی شکل ہی مین ظاہر ہون گی، جو چیز موجود بالذات ہو گی، ہماری فکر کے طریقہ کے مطابق ضرور کسی نہ کسی مکان (فضا) کی محتاج ہو گی، اور اس طرح مادی ہو گی، چونکہ لفظ "شے" ہی مین مادیت کا مفہوم موجود ہے اس لئے روحی شے کا فرض کرنا (جس کا مادیت اتنی شدت سے اور حقیقت مین بجا انکار کرتی ہے) آخر کار مادیت ہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، واقعات کے ساتھ یکسانیت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنے تصدیقات کو نفسی واقعات تک ہی محدود رکھین اور کبھی کسی نفسی وجود کو نہ مانین، ایسا حادثہ جسکی کوئی اساس نہ ہو حقیقت مین اصلی غیر مادی ہے،

اسلوبی استدلال کے سلسلہ مین خالص علمی طریقہ سے (جو صرف واقعات کے بیان کرنے تک محدود ہے) معلوم ہوتا ہے، کہ نہ صرف ہمارے گہرے جذبات ہی مین بلکہ ہمارے معمولی تجربون مین بھی کوئی ایسی چیز موجود ہے، جو مدرکاتِ حواسِ ظاہری سے، اور ہر قسم کی مادی چیزون سے اصلیت مین مختلف ہے، اور ان مین سے کسی سے کوئی مماثلت نہین رکھتی، اس کے علاوہ طریقہ بھی جس کی طرف مادیت رجوع کرتی ہے اسی کے نظریۂ عالم کے خلاف فیصلہ کرتا ہے،

حیلی استدلال کو عام تعلیم یافتہ لوگ، اور علمائے طبعیات بہت قائل کن سمجھتے ہین، اس استدلال کی نامعقولیت کو ثابت کرنا کوئی آسان بات نہین، اس کی تردید مین یہ جواب دیا جاتا ہے، کہ نفس اور جسم کے تعامل سے کوئی قوت پیدا نہین ہوتی، بلکہ موجودہ قوتِ فاعلہ ہی کا افشار ہوتا ہے، طبعیات مین اس کی بہت سی مثالین ملتی ہین کہ اک ذرا سی قوت سے دوسری قسم کی بہت بڑی قوت مشتعل ہو کر ظہور کرتی ہے، جیسے ایک جلتی ہوئی دیا سلائی سے ایک بارود کا پیپہ بھک سے اڑ جاتا ہے، پس تمام مہیجات کو جو جسم پر اثر ڈال کر احساسات پیدا کرتے ہین، اسی قسم کے اعمال مشتعلہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ

طبعی سبب سے ہمیشہ بہت بڑا عضویاتی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے، لیکن اس طرح کے بڑے بڑے نتائج کے لیے اگرچہ کمترین قوت کی ضرورت پڑتی ہے، تاہم یہ کمترین قوت بالکل لاشے نہین قرار دیجا سکتی، کسی صورت مین اس کو محض صفر نہین سمجھا جا سکتا، اگر نفسی مداخلت کو اس قسم کی طبعی قوت کا استعمال سمجھا جائے تب واقعی مادیت صحیح ثابت ہوتی ہے، اور عملِ نفسی کے معادل قوت کی کمی زیادتی کا سوال ہر طرح غیر اہم ہے، ایس تعامل نفسی کو مشتعل شے قرار دینے والا طریقہ بجائے حیلی استدلال کے ابطال کے اس کو اور مضبوط کر دیتا ہے، باوجود اس کے کہ حیلی استدلال کی مذکورہ تردید غلط ثابت ہوتی ہے، پھر بھی یہ استدلال نامستحکم ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ تحفظِ قوت کا اصول صرف "طبعی کیمیائی" اعمال تک ہی محدود ہے، اور حقیقت مین ایسے مشہور طبعیین بھی ہین جو کیمیا اور طبعیات کے دائرہ مین بھی اس اصول کے مطلق جواز کے منکر ہین، حیاتی اعمال کی تشریح کے لئے تو یہ قانون بالکل ہی ناقص ہے، تمام عضوی وجودات کا مرکزی نظام، اور تمام اجزا کا غرض مشترک کے لئے عجیب و غریب اتحاد، یہ ایسی چیزین ہین جن کی تشریح "طبعی کیمیائی" اصطلاحون مین ناممکن ہے، یہان تک کہ خالص حیاتیاتی نظام اعضا بھی مستقل ایجادی جدوجہد کا اظہار کرتے ہین، اور جب ہم عملِ دماغی کے ارتقائے حاضر پر غور کرتے ہین تو نفسی قوت کے اضافہ کے فرض کرنے مین وونٹ کے ہمزبان ہونے پر مجبور ہین، چہ جائیکہ تحفظِ قوت کے اصول کو دماغی ترقی پر منطبق کرنے سے خود تجربہ کے چند بالکل ظاہر واقعات کی کوئی تشریح نہین ہوتی،

مادیین کا پیش کیا ہوا حیلی استدلال واقعہ مین کوئی استدلال نہین ہے، بلکہ وہ محض ایک پیش فرضی ہے یعنی اگر ابتدا ہی سے یہ فرض کر لیا جائے کہ ہر عمل خواہ حیاتی ہو یا نفسی "طبعی کیمیائی" قوانین کے مطابق سمجھا یا، اور بیان کیا جا سکتا ہے، تب کہین مادیین کا اصولِ تحفظِ قوت کے ٹوٹنے کا اعتراض قابل وقعت سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اگر ہم بجائے نظریہ کے واقعات پر نظر رکھین، تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اصولِ استمرارِ قوت اس بات کے آسان کرنے اور سمجھانے مین کچھ بھی مدد نہین دیتا کہ عضوی اور نفسی دنیا مین درحقیقت کیا واقع ہوتا ہے، اس مقام

جو واقعات پیشِ نظر ہین، ان کے لحاظ سے اور دماغی ارتقار کی موجودہ حالت کے مدنظر، ایک بالکل جداگانہ اصول تشریح کی ضرورت ہے، یہ واقعہ ہے کہ اس بات کو مشہور علمائنے بھی تسلیم کر لیا ہے، وونٹ کے قول کے مطابق ایک ایسی ایجادی ترکیب کام کر رہی ہے، جس کی ماہیت اور اصول عامل کی تحقیقات کے لئے بے حد احتیاط کی ضرورت ہے، علی استدلال کی ساری قوت اسی وقت ٹوٹ جاتی ہے، جب ہم اس مادی پیش فرضی کو چھوڑ دین اور محض اپنے تجربہ کے ناقابل تردید واقعات کو پیشِ نظر رکھین،

کونیاتی استدلال مین ایسے قیاسات ہین، جن کی تصدیق کرنی بے حد مشکل ہے، حیاتِ نفسی کی تخلیق اور تقدیر کبھی تجربہ مین نہین آئی، لیکن اگر یہ ثابت کیا جائے کہ ہمارے تجربہ مین حیات نفسی کے لئے چند مخصوص طبعی حالات کی ضرورت ہے تو اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہین نکلتا، کہ صرف انھین مخصوص حالات مین حیاتِ نفسی ممکن ہے، البتہ یہ ایک بات یقینی ہے، کہ عام زندگی کی طرح حیات نفسی کے لئے بھی مخصوص قوانین ہین، جو کسی طرح غیر عضوی مادہ کے قوانین سے اخذ نہین کئے جا سکتے، یہ ایک ایسی خصوصیت ہے، جو اس کائنات کے (جس کو ہم موجودہ زمانہ مین جانتے ہین،) موجود رہنے تک باقی رہے گی، یہ امر کہ کسی زمانہ مین کائنات بغیر نفسی وجود کے باقی رہے گی، یا کسی ایسی کائنات کا ہونا ممکن بھی ہے، ہمارے علم کی طاقت سے باہر ہے،

ان تمام استدلالات کا اس امر واقعہ پر کوئی اثر نہین پڑتا اعمالِ نفسی جن کا ہم تجربہ کرتے ہین، ہر قسم کے مادہ سے بالکل مختلف ہین، ہنری برگسان نے اس مسئلہ کی پوری تحلیل کی ہے، جس سے ہر دو قسم کے حادثات کا اصلی امتیاز اور اس کی تمام پیچیدگیون کو عمدگی سے سمجھنے اور اس کی پوری قدر

جاننے مین بہت مدد ملتی ہے، جس شخص نے نفسی قوت کی اصلی آزادی اور عمدگی کا واقعی تجربہ کیا ہے، اسے کبھی مادیت سے تسکین نہین ہو سکتی،

مادیت نے ترقیِ عقل اور تفکلِ رجحانات کی بڑی خدمت انجام دی ہے، اس نے ہمین دماغ اور روح کے گہرے تعلق کی اچھی تفہیم کی ہے، اور اس سے متعلقہ مخصوص واقعات مین بھی اہم تحقیقات کی طرف رہنمائی کی ہے، ایک ترتیبی اور اکتشافی اصول ہونے کی حیثیت سے مادیت ابھی تک بہت اہمیت رکھتی ہے، لیکن ایک نظریۂ عالم کی حیثیت سے وہ تجربہ کے ایک بڑے حصہ کو نہین سمجھا سکتی، جس طرح ایک تصوری اور ون کے شعور کے آگے عاجز نظر آتا ہے، اسی طرح مادی خود اپنے سامنے آپ ناچار ہے، تاہم یہ دونون کسی طرح ان حادثات کو نظر انداز نہین کر سکتے، جن کو وہ نہین سمجھا سکتے،

اختیاراتِ بدیعی اور اس کا تکملہ

از

مولینا تمنا عمادی مجیبی،

مارچ ۱۹۳۲ء کے معارف مین، "اختیارات بدیعی" سے متعلق ایک طویل شذرہ، اور پھر ایک پر از معلومات تحریر شایع ہوئی تھی، اتفاق سے دو پرچے ایک دوست کے ہان پرسون میری نظر سے گذرا، خیال آگیا کہ میرے موروثی کتبخانے مین بھی "اختیارات" کا نسخہ موجود ہے، اور اس کا تکملہ بھی ہے، گھر پہونچ کر دونون کتابین نکالین، اختیارات بدیعی کا نسخہ تو مطبوعہ ہے، علاج الامراض مولفۂ حکیم محمد شریف خان مرحوم کے ساتھ حاشیے پر مطبع اردو اخبار دہلی مین منشی امداد حسین کے زیر اہتمام ۱۲۵۳ھ مین چھپا تھا، معارف کی محولہ تحریر مین اس نسخے کا ذکر نہین ہے، البتہ کانپور مین جو نسخہ اس کے بعد ۱۲۸۱ھ مین چھپا تھا، اس کا ذکر ہے، بہر حال اتنا معلوم ہو گیا کہ یہ کتاب آج سے پہلے کم سے کم دو بار تو یقیناً چھپ چکی ہے، مگر میرے پاس جو یہ مطبوعہ نسخہ ہے، غلط بہت چھپا ہے، ممکن ہے کہ کانپور والا نسخہ باعتبار اس کے صحیح چھپا ہو،

محسنِ قوم خدا بخش خان بہادر سی، آئی، ای، (پٹنہ) کی اورنٹیل پبلک لائبریری مین بھی اختیارات بدیعی کے دو قلمی نسخے ہین، ایک ۹۷۷ھ کا لکھا ہوا مطلا مذہب نسخہ ہے، جس پر سلیمان جاہ اور امجد علی شاہ و واجد علی شاہ فرمان روایانِ اودھ رحمہم اللہ کی مہرین بھی ہین، مگر اس نسخے کے دیباچے مین ملکہ بدیع الجمال کا مطلق ذکر نہین ہے، بلکہ دیباچے مین "و نیز مدتے مدید است" سے لیکر "برار باب بصیرت و حکمت مبارک باشد" تک تقریباً ایک صفحہ عبارت جو اور نسخون مین ہے، موجود نہین ہے، اس نسخے کا نمبر ۹۵ ہے، اور اس کے کاتب کا نام فقط "برہان" ہے،

دوسرا نسخہ نمبر ۹۵، ۱۲ رذیحجہ ۳ سنہ عالمگیری کا لکھا ہوا ہے، موتمن خان کے ہاتھ کی کتابت دوسرے مقالے سے ہے، پہلا مقالہ کسی اور کا لکھا ہوا ہے،

اس مین ملکہ بدیع الجمال کا ذکر موجود ہے، اور دیباچہ کی وہ پوری عبارت موجود ہے، جو اور مطبوعہ و غیر مطبوعہ نسخون مین ہے،

مقالہ دویم پہلے نسخے مین اس طرح شروع ہوا ہے،

"بدانکہ این مقالہ دویم است از اختیارات بدیعی، کہ ذکر توانیم کرد

در مرکبات مستعمل و اللہ الموفق والمعین والیہ المصیر والتکلان، الباب الاول،"

اور دوسرے نسخہ مین اس طرح شروع ہوا ہے،

"بدانکہ این مقالۂ دویم است از رسالۂ مفاتیح الخزائن، کہ ذکر کردہ شد در مرکبات مستعمل باب اول الخ،"

یہان تک تو خاص اختیارات بدیعی کے متعلق معلومات بہم پہونچ سکے، اب اس کے تکملہ سے متعلق عرض کرتا ہون،

تکملۂ اختیارات بدیعی کا ذکر "معارف" کے محولہ پرچہ مین بالکل نہین کیا گیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ تحریر کے وقت تک اس کا علم میرے محترم بھائی علامہ سید سلیمان صاحب کو غالباً نہ تھا، اور پٹنہ کی مذکورہ بالا لائبریری مین اس کا نسخہ نہین ہے، اور غالباً اور مشہور کتبخانے بھی اس نسخے سے خالی ہین، اس لئے یقیناً یہ ایک نادر کتاب ہے، اگر اس کا تعارف ناظرین معارف سے کرا دیا جائے، تو غالباً نامناسب نہ ہوگا،

یہ تکملہ حاجی جلال بن امین الطبیب المرشدی الگازرونی سے ہے، اس کی ابتدار یون ہوئی ہے،

"ثنائیکہ شایان جناب مستطاب حضرت الٰہی تعالیٰ است الخ"

دیباچہ مین حمد و نعت کے بعد یون لکھتے ہین،

"بدانکہ مؤلف کتاب اختیارات بدیعی رحمۃ اللہ علیہ در مرکبات آن فروگذاشتے چند کردہ و مرکبات مستعملہ را تماماً نیاوردہ است بلکہ بعضے را آوردہ و بعضے را فروگذاشت کردہ و نیاوردہ و باختصار کوشیدہ است، و این فقیر حقیر الحاجی جلال بن امین الطبیب المرشدی الگازرونی تتمیم آن نمودہ و آنچہ او نیاوردہ است از قرابادینات مطول آنچہ مستعمل و متداول است، التقاط نمودہ و آنچہ از استادان تحقیق کردہ و دانستہ و تحریر نمودہ اضافہ بران کردہ، و اجزائے آن و صفت آن را تمامہ یاد کردہ است تا قرابادینے کامل باشد، و قصورے نداشتہ باشد درین باب واللہ المستعان"

اس تکملہ مین حاجی جلال گازرونی نے اصل کتاب اختیارات کے مقالہ دوم یعنی حصہ مرکبات کو لیکر اس پر پہلے ایک مقدمے کا اضافہ کیا ہے، جس مین کیفیت ترکیب ادویہ اور اس کے متعلقات کا بہ تفصیل ذکر کیا ہے، اس کے بعد اصل کتاب کے ابواب جو سولہ تھے ان کو بڑھا کر تینتیس ۳۳ ابواب تک پہونچا دیا ہے، جن کی تفصیل آگے بیان ہوتی ہے، ہر باب کے آخر مین ایک فصل ذخیرۂ خوارزم شاہی یا کتاب کو توالی سے التقاط کرکے الحاق کی ہے، اور اس فصل کو "فصل ملحق" سے تعبیر کیا ہے، آخر مین کتاب عین الحیوۃ مصنفہ حکمائے ہند سے التقاط کرکے ایک خاتمہ درج کیا ہے،

ان تینتیس ۳۳ ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

باب۱ فی المفرحات، باب۲ فی المعاجین، باب۳ فی الجوارشات، باب۴ فی الاطریفلات، باب۵ فی المربیات، باب۶ فی الاشربہ، باب۷ فی اللعوقات، باب۸ فی السفوفات، باب۹ فی الحبوبات، باب۱۰ فی الاقراص، باب۱۱ فی الابارجات، باب۱۲ فی التریاقات، باب۱۳ فی النقوعات والمطبوخات، باب۱۴ فی ماء الاصول، باب۱۵ فی الحقن، باب۱۶ فی الشیافات والفرازجہ، باب۱۷ فی ادویۃ العین، وفیہ فصول نمبر۱ فی الاکحال،

نمبر۲ فی البرودات، نمبر۳ فی الذرورات نمبر۴ فی الشیافات، نمبر۵ فصل ملحق، باب۱۸ فی ادویۃ الاسنان، باب۱۹ فی الاطلیۃ والاضمدہ، باب۲۰ فی النطولات والابزنات والکمادات والانکبابات، باب۲۱ فی الغراغر والمضامض، باب۲۲ فی الادہان والخضابات، باب۲۳ فی المراہم والذرورات للجراحات، باب۲۴ فی ادویۃ الفم، باب۲۵ فی السعوطات، باب۲۶ فی اللخالخ والشموم والبخور، والقطور من ادویۃ الاذن، (اس باب مین ناک اور کان دونون کی دوائین ہین، تمنا) باب۲۷ فی المسمنات والمہزلات، باب۲۸ فی الربوبات، باب۲۹ فی المقیئات وحابساتہا، باب۳۰ فی المتفرقات وفیہ فصول نمبر۱ مدرات البول، نمبر۲ وحابساتہ، نمبر۳ مدرات الحیض، نمبر۴ حابساتہ، نمبر۵ مدرات العرق، نمبر۶ وحابساتہ نمبر۷ ملذذات الجماع نمبر۸ معظمات القضیب، نمبر۹ مضیقات الفروج، نمبر۱۰ المعینات علی الحمل نمبر۱۱ المانعات علی الحمل، نمبر۱۲ میسرات الولادۃ، نمبر۱۳ فی المسکرات والمغثیات، نمبر۱۴ قاطعات الرغبۃ الی الطین، باب۳۱ فی الموازین والمکائیل، باب۳۲ فی امتحان الادویہ المفردۃ والمرکبۃ، باب۳۳ فی حفظ الادویہ خاتمہ در بعضے امور منقول از کتاب عین الحیوۃ مصنفہ حکمائے ہند،

اس خاتمے مین مختلف امراض کی دوائین ٹونکے، تعویزات، طلسمات، نیرنجات، اور مار گزیدہ و سگ گزیدہ کی ترکیبین، آسیب زدہ کے اعمال، خضاب کے نسخے وغیرہ غیر مرتب طور سے ۲۰ صفحون مین لکھے گئے ہین، پورا تکملہ ساڑھے پینتیس ۳۵ جزؤن کا ہے، کتاب کی تقطیع اگرچہ بڑی ہے، مگر کتابت کے اعتبار سے صفحات طولاً و عرضاً بالکل "معارف" ہی کے سائز کے ہین اور کتابت بھی گھٹی ہوئی گنجان ہے، مگر کاتب کا نام اور کتابت کا سنہ مذکور نہین، البتہ کتاب کے سرورق پر ایک مٹائی ہوئی مہر ہے، جس مین "محمد حسین ابن" ایک صاف نمایان ہے، بقیہ حروف مٹا دیئے گئے ہین، سرمہر پر بھی "مالکہ محمد حسین" لکھا ہوا ہے، مہر کے نیچے "غرہ رجب سنہ ۱۲۰۹ھ" تحریر ہے،

پھر کسی نے اس کو ۱۹ رمضان سنہ ۱۲۴۲ھ کو خریدا ہے، مگر اس کا نام اور تعداد قیمت سب کو کسی نے مٹا دیا ہے، اس کے بعد یہ کتاب مولوی سید محی الدین غلام نقشبند پھلواروی رحمہ اللہ کے ملک مین آئی، جن کی مہر اس پر ثبت ہے، مہر مین سنہ ۱۲۳۹ھ کھدا ہوا ہے، مگر یہ کتاب یقیناً سنہ ۱۲۴۲ھ کے بعد ان کے ملک مین آئی ہوگی، مولوی محی الدین علیہ الرحمہ سے یہ کتاب میرے والد ماجد مولانا محمد نذیر الحق فائز عمادی مجیبی پھلواری علیہ الرحمہ کو ملی، اور اب میری ملک مین ہے، فالحمد للہ

علی ذالک،

سیر الصحابہ رض

اس سلسلہ کی حسب ذیل کتابین تیار ہین:-

خلفائے راشدین، مہاجرین جلد اول، مہاجرین جلد دوم،

للعہ ہیہ

سیر الانصار جلد اول، سیر الانصار جلد دوم، سیر الصحابیات،

ہیہ عہ عہ

اسوۂ صحابہ جلد اول، اسوۂ صحابہ جلد دوم، سیرۃ عایشہ رض، الفاروق

للعہ للعہ ہیہ ہیہ

اسوۂ صحابیات،

عہ

مسعود علی ندوی منیجر دار المصنفین،

علاج بالخیال

از

جناب ڈاکٹر حامد رضا صاحب تیموری، بھوپال،

فن ایہام نفس[1] کچھ زمانہ موجودہ کی ایجاد نہین ہے، بلکہ اس کی عمر انسان کی عمر کے برابر ہے، یہ صرف اس لحاظ سے نیا فن کہا جا سکتا ہے، کہ اس وقت وہ ایک باقاعدہ علمی صورت مین مدون ہو گیا ہے:-

"ایہام نفس" درحقیقت ایک طاقت ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان مین ودیعت فرمائی ہے اور اس کا صحیح و غلط استعمال اس کے ماحول پر منحصر ہے جس کی وجہ سے اچھے یا برے نتائج مرتب ہو سکتے ہین،

اس زبردست طاقت کا علم و ادراک اطبا، قانون پیشہ، ماہران تعلیم، اور دوسرے اصحاب کے لئے خاص طور سے مفید ہے، جن کی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف ہے،

یہ ممکن ہے کہ ہم ایہام نفس کو شاعرہ طریقہ سے اس طرح کام مین لائین، کہ دوسرون پر اس کے مضر نتائج مرتب نہ ہو سکین، بلکہ وہ ان کی اخلاقی و روحانی اور طبعی اصلاح کرے اور جن کی فطرت بدی کی طرف مائل ہے، ان کی صحیح راستہ کی طرف راہ نمائی کرے،

---

[1] انگریزی مین دو لفظ ہین (SUGGESTION) اور (AUTO SUGGESTION) (سجشن اور آٹو سجیشن) پہلے لفظ کے لغوی معنی ہو کسی کے دل مین خیال پیدا کرنا، اور دوسرے لفظ کے معنی، خود اپنے دل مین خیال پیدا کرنے کے ہین، اور نفسیات وغیرہ کی اصطلاح مین ان لفظون کا مفہوم کسی قدر وسیع ہو گیا ہے، یعنی پہلے لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ، کسی معمول کے ذہن یا نفس پر خاص اعمال کے ذریعے اثر ڈالنا یا کوئی خیال پیدا کرنا، اور دوسرے لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ، خاص اپنے ذہن یا نفس پر اثر ڈالنا یا کوئی خیال پیدا کرنا، مثلاً کسی بیمار کے دل مین یہ خیال پیدا کرنا کہ وہ روبہ صحت ہے، (SUGGESTION) کہلاتا ہے اور اور جو اپنے ہی دل مین اس قسم کا کوئی خیال پیدا کر لیا جائے تو اسے (AUTO SUGGESTION) کہتے ہین، ان لفظون کے لئے ہم نے اردو مین ایہام اور ایہام نفس کی اصطلاحین وضع کی ہین، جہان اس مین یہ اصطلاحین آئین ان کا یہی مفہوم پیش نظر رکھنا چاہئے،

نفس شاعرہ و غیر شاعرہ

ایہام نفس کے تمام مظاہر کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہمارے اندر ایک دوسرے سے ممتاز دو نفس ہیں، اور دونوں میں عقل و فہم یا ذکاوت ہے، لیکن ایک شعور رکھتا ہے، دوسرا نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ ہم کو دوسرے نفس کا احساس نہیں ہوتا، لیکن اگر ہم تھوڑی تکلیف گوارا کریں تو بعض تجربات سے اس نفس کا وجود ثابت کیا جا سکتا ہے،

آپ نے **مرض النوم** کا نام سنا ہوگا، جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے، وہ رات کو اپنے بستر سے بلا بیدار ہوئے اٹھتا ہے اور اپنی خوابگاہ سے لباس پہنے، یا بغیر لباس پہنے باہر چلا جاتا ہے، برآمدہ میں ٹہلتا ہے، پھر کچھ کام کرنے لگتا ہے، یا ایسا کام انجام دیتا ہے جو اس نے سونے سے پہلے ناتمام چھوڑا ہو، بعد ازاں وہ پھر بستر پر جا کر لیٹ جاتا ہے، اور صبح کو جب وہ خواب سے بیدار ہوتا ہے تو وہ ان کاموں کو ختم دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے، جو اس نے ناتمام اور ادھورے چھوڑے تھے، سب کام اسی نے انجام دیئے، لیکن اس کو خبر نہ ہوئی کیا وہ کوئی غیر محسوس قوت تھی، جس نے اس سے کام لیا؟ نہیں! در حقیقت وہ اس کا غیر شاعرہ نفس تھا،

دوسری مثال ایک شرابی کی ہے جو نشہ میں مدہوش ہو جاتا ہے، یہ شخص ایک دیوانہ کی طرح چاقو چھری، یا جو ہتھیار یا اوزار اس کے پاس پڑا ہوا اٹھا کر جو شخص اس کے قریب ہو اس پر حملہ کرتا ہے، اور جب اس کا نشہ اترتا ہے تو اپنی اس وحشیانہ حرکت سے بے حد متاثر ہوتا ہے، اور ایک عالم تحیر میں پڑ جاتا ہے، اور نہایت نفرت و حقارت سے ان واقعات پر نظر ڈالتا ہے جو خود اس سے ظہور پذیر ہوئے ہیں، اور جن کی اس کو خبر نہیں ہوئی، اب خود بتلایئے کہ جس شے نے اس شرابی سے یہ افسوسناک حرکتیں سرزد کرائیں وہ بجز نفس غیر شاعرہ کے اور کیا چیز ہو سکتی ہے، اگر ہم شاعرہ و غیر شاعرہ نفوس کا مقابلہ کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ شاعرہ نفس میں قوت حافظہ

بہت کم ہے، اور غیر شاعرہ میں قوت مقابلہ یا قوت فیصلہ بہت تیز ہے، اس کو وہ تمام معمولی سے معمولی واقعات بھی یاد رہتے جو ہماری زندگی میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتے، اور نفس غیر شاعرہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ واقعات کو بغیر تنقید کے قبول کر لیتا ہے،

غیر شاعرہ نفس ہمارے تمام جسمانی افعال و اعمال پر و نیز تمام حرکات پر حاوی ہے، جو ہم سے سرزد ہوں یہی وہ چیز ہے جس کا نام تخئیل یا قوت متخیلہ ہے، اور یہی وہ طاقت ہے جو ہمارے تمام کاموں کی علت ہے، اور یہ ایسی زبردست طاقت ہے، جو اکثر ہم کو ہمارے ارادہ کے خلاف کام کرنے پر مجبور کرتی ہے، اور اکثر یہی طاقت ہماری قوت ارادی پر غالب آجاتی ہے،

ارادہ اور تخئیل

ارادہ کی تعریف یہ ہے کہ، وہ طاقت جو کسی کام کرنے پر اختیار کامل رکھتی ہو، اس تعریف سے واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ارادہ ہی ایک ایسی طاقت ہے، جس میں کامل طور پر کسی کام کرنے یا نہ کرنے کی قوت موجود ہے، لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہ طاقت ارادہ میں نہیں تخیلہ میں ہے، اور ہمیشہ قوت تخیلہ قوت ارادی پر غالب آتی ہے، آپ شاید اس بات کے تسلیم کرنے میں آمادہ نہ ہوں، قوت متخیلہ قوت ارادی پر امتیازی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اگر آپ حسب ذیل مثال پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا، کہ ہمارا دعوی کہاں تک قابل قبول ہے، فرض کیجئے کہ ۳۰ فٹ لانبا اور ایک فٹ چوڑا ایک تختہ زمین پر رکھا ہوا ہے، اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ وہ اس پر چلے تو وہ بغیر تختہ کی کور پر پیر رکھے ہوئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے تکلف چلا جائے گا، لیکن اگر وہی تختہ ایک بلند منارے پر رکھ دیا جائے تو بتلایئے کہ پھر کون شخص اس تنگ راستہ پر چلنے کے لئے تیار ہوگا، ؟ کیا آپ خود چل سکیں گے، ؟ ہرگز نہیں! قبل اس کے کہ آپ مشکل سے دو قدم بھی چل سکیں آپ کا بدن کانپنے لگے گا، اور آپ باوجود اپنی تمام ارادی قوتوں

کے چلنے مین کامیاب نہ ہون گے، بلکہ آپ زمین پر گر پڑین گے، اس کی وجہ کیا ہے، کہ اس تختہ پر جبکہ وہ زمین پر رکھا ہوا ہے، آپ نہین گرتے، اور جب وہ بلندی پر رکھدیا جاتا ہے تو آپ گر پڑتے ہین، ؟ اس کی وجہ سوا اس کے دوسری نہین ہے کہ پہلی صورت مین آپ کا خیال تھا کہ تختہ کے ایک سرے سے دوسرے تک جانے مین کوئی دشواری نہین ہے، لیکن دوسری حالت مین آپ نے خیال کر لیا تھا کہ ہم نہین چل سکتے ؛

اب یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، کہ یہ صرف آپ کی قوت متخیلہ ہے، جو آپ سے کامیابی سے کام کرالیتی ہے، اسی طرح سے آپ نے موجودہ مثال مین اندازہ کیا ہوگا کہ جب آپ کی قوت ارادی آپ کو تختہ پر بڑھنے کے لئے مجبور کرتی تھی، آپ نہین بڑھتے تھے، کیونکہ آپ نے خیال کر لیا تھا کہ آپ سے ممکن نہین تھا، اگر معمار، بخار، اور مزدور، وغیرہ یہ کام کر لیتے ہین تو اس کی وجہ قوت متخیلہ ہو سکتی ہے نہ کہ قوت ارادی، دورانِ سر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم اپنے ذہن مین ایک تصویر بناتے ہین، اور یہ تصور کر لیتے ہین کہ ہم گر پڑین گے، اور بالآخر یہ تصویر صورت وقوعی اختیار کر لیتی ہے، اور باوجود ہماری انتہائی ارادی قوت کے گر پڑتے ہین، اور یہ بات بھی تعجب سے خالی نہین ہے، کہ جس قدر زیادہ ہماری قوت ارادی اس معاملہ مین ہماری مدد کرتی ہے، اسی قدر اس کے خلاف واقعات رونما ہوتے ہین مثلاً اس شخص کی حالت پیشِ نظر رکھئے جو بے خوابی کے مرض مین مبتلا ہے، اگر وہ سونے کی کوئی خاص کوشش نہین کرتا تو سکون سے بستر پر پڑا رہتا ہے، لیکن اگر وہ اپنے آپ کو سونے پر مجبور کرتا ہے، اور وہ اپنی قوت ارادی سے کام لیتا ہے، تو وہ اور زیادہ بے چین ہو جاتا ہے، آپ اس مثال پر ہی غور کیجئے کہ جس قدر زیادہ آپ کسی نام کے یاد کرنے کی کوشش کرتے ہین، اسی قدر زیادہ، آپ وہ نام بھولتے ہین، اور جب آپ چند منٹ کے بعد اپنی قوت ارادی، اور قوتِ حافظہ سے کام نہین لیتے تو وہ نام خود بخود خیال مین آجاتا ہے، آپ نے اکثر یہ بھی مشاہدہ کیا ہوگا کہ نو آموز بائیسکل کی مشق کرنے والے کس مضبوطی سے بائیسکل کے ہتھوے پکڑتے ہین، اور ہر وقت گرنے سے ڈرتے ہین، اور چھوٹی سی رکاوٹ جو اُن کی راہ مین حائل ہوتی ہے اس سے بچنے کی حد سے زیادہ کوشش کرتے ہین، اسی قدر شدت کے ساتھ وہ کسی چیز سے متصادم ہونے کی کوشش کرتے ہین، اسی قدر زیادہ وہ ناکام رہتے ہین، آپ کو یہ تجربہ بھی ہوا ہوگا کہ بعض وقت بڑی شدت سے ہنسی آتی ہے، اور ہم روکنا چاہتے ہین، اور جس قدر ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہین اسی قدر ناکام رہتے ہین، آپ چند واقعات کے اوپر غور کیجئے کہ انسانی ذہن کی نفسیاتی کیفیت کیا ہوتی ہے، جب بعض واقعات پیش آتے ہین، تو کون سی نفسیاتی طاقت ان کامون کی محرک ہوتی ہے، مثلاً بعض وقت آپ نے سنا ہوگا، کہ آپ کے کسی دوست نے آپ سے کہا ہو کہ اس وقت مین مکان سے آرہا تھا اور راستہ مین مین ایک جگہ بہت سنبھلا مگر گر پڑا، یا رات کو مین سونا چاہتا تھا مگر نہ سو سکا یا مین فلان فلان صاحب کا نام یاد کرتا تھا، لیکن نہ یاد کر سکا، یا مین ہنسی روکنا چاہتا تھا، لیکن نہ روک سکا، اگر آپ غور فرمائین تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قوت متخیلہ ہی ہے، جس کو ہمیشہ قوت ارادی کے مقابلہ مین کامیابی ہوتی ہے،

انھین واقعات کے تحت مین اس افسر فوج کی بھی مثال دیجا سکتی ہے، جو اپنی فوج کو اپنی قیادت مین اپنے ہمراہ لیجاتا ہے، اور اس جملہ سے ان کو کام کرنے کا جوش دلاتا ہے، کہ ہر شخص کو خود اپنا فرض منصبی ادا کرنا چاہئے، افسر کے جملہ سے ہر سپاہی کے دل مین یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ مین جماعت کا الگ ایک فرد ہون، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس فوج کو شکست ہو جاتی ہے،

پنزرژو کے متعلق ایک نہایت دلچسپ واقعہ مشہور ہے، کہ اس کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ خیالات کی تعدی کہان تک انسان و حیوان پر اثر کرتی ہے، چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب وہ جہاز مین بیٹھا ہوا جا رہا تھا، اور اپنے ایک دشمن سے بدلہ لینا چاہتا تھا تو اس نے اپنے دشمن سے سب سے بڑی بھیڑ خریدی، اس کو دریا مین پھینک دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے دشمن کی جتنی بھیڑین تھین وہ سب دریا مین گر پڑین، بس اسی طریقہ سے یہ خیال کر لینا چاہئے، کہ انسان بھی کسی حد تک ان بھیڑون سے مشابہت رکھتا ہے،

اور بسا اوقات از خود وہ دوسرون کی مثال کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اسی سلسلہ مین ایک اور مثال قابل بیان ہے، جس سے یہ ثابت ہو گا کہ قوت متخیلہ کا قوت ارادی پر کس قدر زبردست اثر ہے، وہ یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے شرابی ایسے ہین جو ام الخبائث سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہین، لیکن وہ اپنی کوششون مین کامیاب نہین ہوتے، وہ کہتے ہین کہ ہم ترکِ شراب نوشی کا مصمم ارادہ کرتے ہین، لیکن از خود رفتہ ہو کر اپنے ارادہ کے خلاف پھر پینے لگتے ہین اور شراب نوشی ان سے ترک نہین ہوتی، باوجودیکہ وہ اس کے نقائص سے بخوبی واقف ہوتے ہین، اسی طرح اکثر مجرم جرم کرتے ہین، اور باوجود اس کے کہ وہ خود اپنے آپ کو اپنے کردار پر سرزنش کرتے ہین، لیکن جب ان بدکارون سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تم یہ جرم کیون کرتے ہو تو نہایت مجبوری سے جواب دیتے ہین کہ ہم ارادہ کرتے ہین کہ یہ نہ کرین، لیکن ہم کامیاب نہین ہوتے ہمارے اندر کوئی ایسی طاقت ہے، کہ جس کے قابو مین ہماری قوت ارادی ہے، اور ہم کو اس جرم کے کرنے پر مجبور کرتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم کو اس شرابی اور اس جرائم پیشہ کی مثال سے ایک اہم نفسیاتی مسئلہ کا حل معلوم ہو جاتا ہے، جو فن ایہام نفس مین امتیازی حیثیت رکھتا ہے، وہ یہ کہ ہم اپنی قوتِ ارادی کے پابند نہین، بلکہ اپنی قوت متخیلہ کے پابند ہوتے ہین، اصل مین تو قوتِ متخیلہ ہی ایک ایسی چیز ہے، جس پر ہمارے تمام کاروبار کا ہونا یا نہ ہونا منحصر ہے، آپ غور کیجئے کہ صبح سے شام تک ہمارے تمام کاروبار کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہین کہ ہم اپنے خیالات کی حکمبرداری کرین، اس وجہ ہمکو یہ ماننا پڑیگا کہ یہ بہت ممکن ہے کہ اگر ہم اپنے خیالات کا پورا پورا اندازہ کرنا، ان کو قابو مین رکھنا اور ان کا صحیح استعمال کرنا سیکھ لین تو ہم یقیناً دنیا مین ایک مستقل اور مستحکم طریقہ سے ترقی حاصل کر سکتے ہین،

خیالاتِ انسانی ایک موج کی طرح ہوتے ہین، ان مین کوئی ترتیب نہین ہوتی اور ایک دریا کی طرح بے قابو اور بے جان ہوتے ہین، اور وہ اس وقت تک انسانی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال نہین

کئے جاسکتے، جب تک وہ علمی طور پر منظم اور مرتب نہ کر لئے جائین، آپ نے دنیا کے اکثر بڑے لوگون کے کارنامے پڑھے ہونگے، جنھون نے دنیا کے متعدد شعبون مین نہایت نمایان اور ممتاز کارنامے کئے ہین، آپ کو معلوم ہو گا کہ ان مین سے اکثر و بیشتر کسی بڑی یونیورسٹی کے چیدہ اساتذہ مین سے نہ تھے، اور نہ انھون نے علمی دنیا مین کوئی امتیازی حصہ لیا تھا، لیکن باوجود اس کے بھی وہ دنیا مین بہت کامیاب ہوئے، "نپولین،، کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دنیا مین زبردست تخیل کا انسان گذرا ہے، اور اس طرح سے چند اور مثالین بھی پیش کیجا سکتی ہین، جن سے یہ معلوم ہو گا کہ اکثر بڑے آدمی بڑی قوت متخیلہ رکھتے تھے، شاید آپ کو یہ خیال ہو گا کہ تمام خیالات پر حاوی نہ ہونا اور ان کو ایک خاص اُصول کے تحت مین لانا ناممکن ہو کیونکہ یہ محض چند خیالون کا سوال نہین ہے، بلکہ ہر انسان کو قدرت نے ایک عظیم الشان خیالات کا سمندر دیا ہے، اور ان کے اندر سمندر کی طرح رات دن تلاطم برپا ہوتا رہتا ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ "تنکے کی اوٹ پہاڑ ہے،، اگر آپ ایک دفعہ اپنے خیالات پر قابو حاصل کرنے کے ذرائع سے واقف ہو جائین تو ان کو مرتب و منظم کرنا مشکل نہ ہو گا،

(باقی)

معارف:۔ یہ فن قدیم ہندؤن مین پایا جاتا تھا، عرب مصنفین نے اس کا ذکر کیا ہے، مسعودی اور ابن ندیم بغدادی نے اس فن کی ان ہندی کتابون کے نام بتائے ہین، جن کے عربی مین ترجمہ ہوئے تھے، اس مفہوم کی تعبیر عربون نے "توہم" اور "ایہام" سے کی تھی، ہمارے مضمون نگار نے اس کے لئے "خطور" (دل مین کھٹکنا) سے "اخطار" کی اصطلاح قائم کی تھی، مگر ہمارے مشورہ سے انھون نے اس کے لئے توہم اور ایہام کی پرانی اصطلاح قبول کر لی ہے،

صحیح بخاری کا ایک عتیق نسخہ

کتابخانہ حبیب گنج مین

از نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی

شہر ربیع الاول سنہ حال کے معارف مین کتابخانہ ریاست رامپور کے صحیح مسلم کے نسخہ عتیق کا ذکر ہے۔ الشی بالشی یذکر، میرے کتابخانہ مین ایک نسخہ، صحیح بخاری کا عتیق ہے، جلد اول، یہ نسخہ بخط عرب سمرقندی کاغذ پر لکھا ہوا ہے، سطری صفحہ ۱۳، لوح پر شمسہ طلائی و لاجوردی ہے، اُس مین یہ عبارت بخط نسخ شجرفی جلی خوشخط درج ہے، جلد اول صحیح بخاری بخط نسخ عرب در آخر کتاب خط حضرت شیخ المحدثین عفیف الدین کازرونی است جلد سیاہ و ترنج سرخ وجدول طلا نوبستہ یابتہ فتح شہر محمد آباد المعروف بہ بیدر جمع کتابخانہ معمورۂ عالم پناہ ابراہیم عادل شاہ خلد ملکہ شدہ ۹ شعبان سنہ [illegible]ھ، آخر کتاب مین لکھا ہے، بلغ مقابلۃ فی رجب سنہ ثمانین وسبعمائۃ شیخ عفیف الدین کازرونی شارحین صحیح بخاری مین ہین، صاحب کشف الظنون نے شروح صحیح کے ضمن مین شیخ ممدوح کا ذکر کیا ہے، عبارت یہ ہے، "وشرح الامام عفیف الدین سعید بن مسعود الکازرونی الذی فرغ منہ فی شہر ربیع الاول سنہ ۷۶۶ھ" شیخ کی عبارت مذکورۂ بالا سنہ [illegible] ربیع الاول کی لکھی ہوئی ہے، اُسکے نیچے اُنکے پوتے عبدالکریم بن عبداللطیف کے ہاتھ کی عبارت اجازت مورخہ ربیع الآخر سنہ [illegible]ھ ہے، خود کتاب کا سنہ کتابت نہین، بہرحال سنہ [illegible] سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے، یہ نسخہ محشی اور محفوظ ہے، ۳۰۰ ورق ہین،

ان نسخون کا شاہی کتابخانون مین ہونا مسلّم، سوال یہ ہے کہ مثل مشارق الانوار وہ کہین نظر افروز بھی ہوتے تھے، علما مین متداول تھے، داخل درس تھے؟ ان سوالون کا جواب بظاہر نفی مین ہے، اگر نفی مین ہے تو نسخہائے عتیقہ کی برکت شاہی کتابخانون تک محدود و منتہی ہوگی،

تلخیص و تبصرہ

اغانی کا تاریخی پایہ

ابوالفرج اصفہانی المتوفی سنہ ۳۵۶ھ عربی علم ادب خصوصاً لغت کا امام سمجھا جاتا ہے، اس کی سب سے اہم تصنیف کتاب الاغانی ۲۰ جلدون مین ہے، اس کو اس نے پچاس برس مین تالیف کیا تھا، اور سیف الدولہ بن حمدان کی خدمت مین پیش کیا تھا،

اغانی کو اس کے عہدِ تصنیف سے لیکر آج تک جو شہرت حاصل رہی ہے، وہ محتاجِ تعارف نہین، یہ سنہ ۱۲۸۵ھ مین ۲۰ جلدون مین مصر سے شایع ہوئی، اور ۲۱ وین جلد سنہ ۱۳۰۵ھ مین ڈاکٹر برونو کے اہتمام سے لیڈن سے شایع ہوئی، مستشرقینِ یورپ کو اس کے ساتھ خاص اعتنا رہا ہے، اور انھین کے اہتمام سے اس کی ایک ضخیم فہرست بطور انڈکس کے شایع ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اغانی سے استفادہ کرنا بہت زیادہ آسان ہوگیا ہے،

لیکن اس کتاب کے ساتھ مستشرقینِ یورپ کا یہی اعتنا بہت سے مقاصد کا باعث بھی بن گیا ہے، اس لئے ضروری ہوگیا ہے کہ اس کتاب کی روایات کے تاریخی استناد پر محققانہ تنقید کیجائے، حقیقت یہ ہے کہ اغانی شعر و ادب کی ایک تصنیف ہے، لیکن وہ ایک ایسے دور مین قلم سے نکلی ہے، جس وقت علمائے اسلام فن حدیث رجال اور تاریخ کی تدوین مین مصروف تھے، اور تصنیف و تالیف کا ایک خاص طرز قایم ہوگیا تھا، چنانچہ اغانی بھی اپنے ماحول کے لحاظ سے اسی طرز تحریر مین تالیف ہوئی جسمین اس عہد کی حدیث، رجال، اور تاریخ کی کتابین لکھی جاتی تھین، لیکن آج وہ فرق ہائے مستشرقین کی

نگاہون سے اوجھل ہے، اور وہ اس کی روایتون کو محض اس لئے کہ وہ بھی بہ ظاہر معنعن سلسلہ کے ساتھ مروی ہین، وہی مرتبہ دے رہے ہین جو کسی مستند حدیث اور تاریخ کی کتاب کا ہے، چنانچہ اس وقت اس مرض مین یورپ کے عام مستشرقین مبتلا ہین، اور ابھی چند ماہ گذرے جرمن مستشرق ڈاکٹر جوزف ہیل کی کتاب "عربون کا تمدن" اردو مین ترجمہ ہوئی ہے، اس مین بھی اغانی کی روایتون کی بنیاد پر تاریخ عرب کے متعلق مستقل نظریئے، اور واقعات نگاہ سے گذرے تھے، اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے، ان تاریخی نظریون کی حقیقت کھولی گئی تھی، ہماری اردو زبان کے انشا پردازون مین جس نے سب سے زیادہ اغانی سے فائدہ اٹھایا ہے، وہ مولانا عبد الحلیم شرر مرحوم ہین، ان کے اکثر دلچسپ تاریخی مضامین اسی اغانی کا التقاط ہین اور حقیقت مین ان کا درجہ تاریخ کا نہین، بلکہ محاضرات کا ہے،

آج کل مصر کی جدید تعلیم یافتہ جماعت مین اغانی کے متعلق مستشرقین یورپ کا یہ رویہ خاص طور پر زیر بحث ہے، چنانچہ مصر کے مشہور صاحب علم ڈاکٹر زکی مبارک پی ایچ ڈی، نے اس موضوع پر سلسلۂ مضامین شروع کیا ہے، اور اس کی پہلی قسط المقتطف ماہ جولائی ۱۹۳۰ء مین شایع ہوئی ہے، ہم ذیل مین اس مقالہ کا خلاصہ پیش کرتے ہین، وہ اپنے مقالہ کو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

"اصفہانی کی شہرت تعارف سے بالاتر ہے، مین یہان اس کے دو پہلوؤن پر خصوصیت سے نظر ڈالنا چاہتا ہون، اور اس کے یہی دونون پہلو ایسے ہین، جن پر اہلِ مباحث نے بہت کم توجہ کی ہے، حالانکہ یہی دونون امور ایسے ہین جو ہمارے ایسے مصنف کے لئے خاص طور پر قابلِ توجہ ہین، جو ادب و تاریخ مین استناد کرنے کے لئے اغانی کو ماخذ بنانا چاہتے ہین،

ان مین سے ایک پہلو خاص طور پر اصفہانی سے متعلق ہے، وہ اس کی شخصی سیرت و کردار ہے، اصفہانی ایک نہایت زندہ دل رنگین مزاج مرنجان مرنج طبیعت کا آدمی تھا، اس کی ساری زندگی پر کیف مشاغل مین بسر ہوتی، اور شبانہ روز گرم صحبتون مین شریک رہتا، اس کے ان مشاغلِ زندگی نے

اس کی طبیعت پر ایک خاص اثر ڈالا تھا، اور یہ ناممکن تھا کہ جو کتاب اسی موضوع پر اس کے قلم سے نکلتی، وہ انھین مناظر کی سراپا تصویر نہ ہوتی، چنانچہ اس کی اس تالیف مین اس کے ان تمام اخلاقی خصوصیات کے جو اس کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے، نمایان آثار موجود ہین، اور اغانی تمام عریان سے عریان اور فحش سے فحش واقعات کا عربی علم ادب مین سب سے بڑا مجموعہ ہے، کیونکہ اصفہانی نے اس مین شعراء اور دیگر مشاہیر کے صرف ایسے ہی حالات منتخب کئے ہین جو ان کی اخلاقی پستی کو روشن کرتے ہین، حالانکہ انھین کے سوانحِ حیات مین ایسے واقعات بھی موجود ہین جن سے ان کی اخلاقی خوبیان نمایان ہوتی ہین، لیکن اصفہانی نے ان کو ہاتھ نہین لگایا ہے، اور یہی اس کا کافی ثبوت ہے کہ خود اس کے لئے سنجیدہ، متین، اور معتدل زندگی خوش آیند نہین تھی، اور اسی لئے اس نے ایسے تمام پہلوؤن کو نظر انداز کر دیا جن مین متانت، رزانت اور اعتدال کا شائبہ زیادہ موجود تھا، لیکن مستشرقین اور دورِ حاضر کے دوسرے مختلف اہلِ قلم نے یہ سخت ظلم کیا ہے کہ اغانی کو اپنا ماخذ بناتے ہوئے اس کے مصنف کی زندگی کے اس پہلو اور اس کے ان نتائج کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے، اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جورجی زیدان اور ڈاکٹر طٰہ حسین وغیرہ جیسے اہلِ قلم صرف اغانی کی روایتون کی بنیاد پر اس نتیجہ تک پہونچ گئے ہین کہ دولت عباسیہ کا پورا دور فسق و فجور کا ایک آئینہ تھا، اور اس زمانہ کے تمام باشندے عصیان و گمراہی مین مبتلا تھے، اگرچہ اس موقع پر یہ ہرگز مقصود نہین کہ اصفہانی نے کذب و افترا کا ایک دفتر تیار کر دیا ہے، اور عہد عباسیہ کے عام باشندے نہایت پاکباز زندگی گذارتے تھے، اور صلحاء و متقین کی جماعت در جماعت خانقاہون اور حجرون مین بیٹھی رہتی تھی، تاہم یہ ضرور ہے کہ حیات انسانی اضداد کا ایک مجموعہ ہے، اس مین شک، یقین، علم و جہل، ہدایت، ضلالت سب کچھ موجود ہین، انسان نہ خیرِ محض ہے، اور نہ شرِ محض، اس لئے دولت عباسیہ مین بھی صفات کے یہ دونون پہلو موجود تھے، لیکن اصفہانی نے شعراء و کتاب کے ایسے رذیل و سخیف واقعات جو سر تا پا بد اخلاقیون سے مملو تھے، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے تلاش کئے،

اور انھین سے اپنی کتاب کے سادے صفحے بھر دیئے، جس سے پوری کتاب ضلالت و گمراہی کے ایسے واقعات کا ایک مرقع بن گئی،

اصفہانی پر بحث کا دوسرا پہلو خاص اس کی کتاب الاغانی ہے، اگر اغانی کے مقدمہ پر گہری نظر ڈالی جائے تو اس تالیف کے اہم خصوصیات خود واضح ہو جائین، کیونکہ مقدمہ مین ایسی صریح عبارتین موجود ہین، جو اصفہانی کے مطمح نظر کو خود واضح کرتی ہین، وہ مقدمہ مین ایک جگہ لکھتا ہے کہ کتاب کی ہر فصل مین کچھ نہ کچھ ایسا مواد مہیا کیا گیا ہے، جو اہلِ ذوق کی تفریح کا سامان بن سکے، تفریحِ طبع کے اس سامان مین سنجیدہ واقعات بھی ہین، اور مزخرفات بھی، اسی طرح ایام عرب کے قصص بھی ہین، اور مستند تاریخی حالات بھی، شاہانِ عرب و خلفاے اسلام کے مشہور افسانے بھی ہین، اور شعراء و کتاب کے ظریفانہ قصے بھی، خصوصاً موسیقی کے لحن جس قدر جمع کئے گئے ہین، ان سے متعلق کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ ضرور ہے، جو لوگون کے ہنسنے ہنسانے کا کام دے،

پھر لحن کے انتخاب کے متعلق لکھتا ہے کہ، "لیکن ہر لحن کے متعلق ضروری نہین کہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور موجود ہو، اور اگر کوئی واقعہ ہو بھی تو وہ ہمارے لئے نتیجہ خیز ہو، اور اگر نتیجہ خیز ہو تو ضروری نہین کہ وہ نتیجہ سامعین کے لئے دلچسپ ثابت ہو، کہ اہلِ ذوق اس سے محظوظ و مسرور ہو سکین"

اصفہانی کے یہ الفاظ خود اس امر کا بین ثبوت ہین کہ واقعات کے انتخاب مین یہ خصوصیت محفوظ رکھی گئی ہے، کہ وہ اپنے نتیجہ کے اعتبار سے دلچسپ ہون، اور گرمی محفل کا سامان بن سکین، اس لئے ان ظرافت آمیز واقعات کو تاریخی واقعات کی طرح مستند سمجھنا خود بعید از عقل ہے، کہ اس قسم کے اکثر افسانے زبان زد خلایق ہوتے ہین اور اغانی انھین زبان زدِ خلایق افسانون کا ایک دلکش مجموعہ ہے،

مثلاً عمر بن ابی ربیعہ کے حالات مین کہ آج کل کے اہلِ قلم مستشرقین صرف انھین واقعات پر اپنی تاریخی قیاس آرائیون سے پہلی صدی ہجری کے حجاز کو قیاس کرتے ہین، چنانچہ موسیو ماسیون ایک مرتبہ کہنے لگے "ابن ابی ربیعہ کے واقعات اور اس کے اشعار کو اس حیثیت سے نہایت عظیم الشان اہمیت حاصل ہے" حالانکہ عرب مین ابن ابی ربیعہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرانسیسیون مین گوئٹے کو اور جرمنون مین ہیسے اور انگریزون مین بائرن کو، کیونکہ ابن ابی ربیعہ کے حالات واقعات و اشعار بھی محض ادبی لطایف و ظرایف کی حیثیت رکھتے ہین، نہ کہ مستند تاریخی واقعات کی،

اغانی کے متعلق سب سے پر لطف یہ ہے کہ اس کے یہ سب واقعات مسلسل سند روایت سے مروی ہین، اور یہی سلسلہ سند اس موقع پر سب سے زیادہ فریب دہ ثابت ہوا ہے، چنانچہ رافعی نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے ہمین مخاطب کر کے لکھا ہے، "کیا آپ بھول گئے کہ علم روایت ایک نہایت دقیق علم ہے، اور اس کے آداب و شرائط مقرر ہین" لیکن رافعی کو خبر نہین کہ وہ اغانی کی سند روایت ہی سے مسحور ہو گئے ہین، مثال کے طور پر اس کی کسی ایک سند کو لے لیجئے، مثلاً لکھتا ہے "زرقان سے مروی ہے ان سے ان کے باپ نے کہا کہ مین عمر بن ابی ربیعہ کے ایک مولی سے ملا، اور اس سے فرمائش کی کہ عمر بن ابی ربیعہ کا کوئی عجیب و غریب قصہ سناؤ، اور اسی سوال کے جواب مین اس نے یہ قصہ سنایا، یہ قصہ تو اپنی جگہ ایک واقعہ تاریخی بن گیا کہ مسلسل بالروایۃ ہے، لیکن اہلِ نظر نے یہ نہ دیکھا کہ خود اس سلسلہ سند، عن زرقان عن ابیہ قال ادرکت مولی لعمر بن ابی ربیعۃ شیخا کبیراً فقلت لہ کی سند کے اعتبار سے کیا وقعت ہے، اور خود سائل یہ کیا کہہ رہا ہے کہ "حدثنی عن عمر بحدیث غریب" "عمر کا کوئی عجیب و غریب قصہ سناؤ" اور سائل کے لفظ "عجیب و غریب" سے واقعہ کے تاریخی استناد کا کیا پایہ رہ جاتا ہے،

علاوہ ازین اگر ابن ابی ربیعہ کے واقعات پر تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو اغانی مین اس کی طرف ایسے بہ کثرت واقعات منسوب ہین جو دوسرون نے دوسرے شعراء کے متعلق بھی نقل

کئے ہین، اور کہین کہین تو خود اصفہانی نے دو شخصون کے حالات مین ایک ہی طرح کا واقعہ قلمبند کر دیا ہے، مثلاً ابن ابی ربیعہ کے حج کے متعلق جو مشہور واقعہ اغانی مین مذکور ہے، اُسی طرح ابن درید نے ابونواس کے متعلق لکھا ہے، اسی طرح اس کے بہت سے قصے مجنون لیلیٰ کے افسانون مین بھی جا بجا مذکور ہین، اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان افسانون سے مقصود محض عشاق کی فطری تصویر کھینچنا ہے، اس سے غرض نہین کہ وہ واقعہ ابن ابی ربیعہ کی طرف منسوب ہے، یا ابونواس کی طرف، یا مجنون لیلیٰ کے ذکر مین پایا جاتا ہے، کہ مقصود اشخاص کے سوانح نہین بلکہ محض لطائف وظرائف کا افسانہ ہے،

علاوہ ازین غریب اصفہانی تو خود جا بجا اس التباس کو دور کرنے کے لیے مختلف الفاظ اور جملون مثلاً ،، حدیث غریب،، ،، حدیث حلو،، یا ،، یہ واقعہ جیسا مجھ تک پہونچا ہے،، سے واقعات کے پایۂ استناد کو واضح کرتا گیا ہے، کیونکہ اُس کا مقصود لطائف وظرائف کا بیان کرنا تھا نہ کہ تاریخی حقائق کا پیش کرنا،،

آخر مین مضمون نگار لکھتا ہے،

،، اغانی کے متعلق یہ صرف چند اشارات ہین، کسی آیندہ موقع پر اس کے قصص اور افسانے پیش کر کے ہم تفصیل سے دکھائین گے کہ اغانی علم ادب کا ایک مجموعہ ہے، یا کوئی مستند تاریخی صحیفہ،،

غالباً یہی چند اشارے جو بطور تلخیص کے پیش کئے گئے ہین، وہ اس کے تاریخی پایۂ استناد کو پورے طور پر واضح کر دیتے ہین، اور پھر سمجھا جا سکتا ہے، کہ جن اہل قلم نے حجاز، عرب، اور اسلام کی مستند تاریخین لکھتے وقت اغانی کو پیش نظر رکھا، اور اس کو اپنا، ماخذ بنایا ہے، ان کی خود وہ مستند تاریخین کس پایہ کی رہجاتی ہین،

،، د م ،،

جدید مدارس مین قدیم تعلیم و تہذیب

موجودہ زمانہ مین صنعت وحرفت کو جو ترقی دیجارہی ہے، اس کا اثر تعلیم گاہون مین بھی نمایان طور پر نظر آرہا ہے، روز بروز یہ خیال پھیلتا جاتا ہے کہ بچون کو صرف انھین چیزون کی تعلیم دیجائے جو ان کے کسب معاش کے لئے معین ہو، قدیم زبانون کی تعلیم جو اب تک مدارس مین جاری تھی ان کی طرف سے بے تعلقی پیدا ہو رہی ہے، اور صنعتی تعلیم کی طرف لوگ شوق سے بڑھ رہے ہین، ملک مین ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے، جو قدیم تہذیب وتمدن اور قدیم زبانون دونون کو بے کار خیال کرتا ہے، اس کے نزدیک تعلیم کا مقصد محض پیٹ پالنا اور روپیہ پیدا کرنا ہے، اس خیال کے لوگ صرف ہندوستان ہی مین نہین پائے جاتے، بلکہ یہ ہوا تمام دنیا مین یکسان چل رہی ہے، انگلستان مین خصوصاً یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے اور اس کا اثر ہندوستان پر بھی نمایان ہے، حالانکہ خود انگلستان کے اہل فکر اپنے اس تعلیمی مطمح نظر کی پستی پر ماتم کر رہے ہین، چنانچہ ۲۰ر جولائی ۱۹۳۰ء کے ٹائمس کے تعلیمی ضمیمہ مین ایک نامہ نگار نے ایک مستقل مضمون اسکے متعلق لکھا ہے، جس کا اقتباس ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

ملک مین مرکزی اور جدید مدارس کی تیز رفتاری، ہر قسم کے مدارس مین کار آمد تعلیم کا پیہم مطالبہ، خالص تعلیمی نصاب کے خلاف مستقل احتجاج اور صنعتی تعلیم کی ترقی کی طرف روز افزون توجہ، یہ سب ایک مفید تعلیمی تحریک کی حوصلہ افزا علامتین ہین، لیکن اس تحریک مین ایک اہم خطرہ بھی پوشیدہ ہے، جس سے اگر ہم وقت پر باخبر نہ ہوئے تو ممکن ہے، بچ نہ سکین، اور وہ یہ ہے، کہ شاید ہم اس بات کو بھول جائین کہ انگریزی ملکی تعلیم کا مسئلہ دراصل اقتصادی اور روحانی ہے نہ کہ ذہنی، اور معاشیاتی

عملی نصاب اور صنعتی تعلیم مین آسانیان پیدا کرنا اپنی جگہ پر نہایت درست ہے لیکن اگر اسے حد سے زیادہ وسعت دیدیجائے، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکول اور کالج کی تعلیم کاروباری اصول پر ہونے لگے گی،

یہ واضح ہے کہ ہمارے اسکولون اور صنعتی کالجون مین اکثریت اُن طلبہ کی ہے، جن کا تعلق طبقہ عوام سے ہے، ان مین بے حد ذہین سے لیکر نہایت غبی تک ہر حیثیت کے دماغ والے ملین گے، ملکی نظام تعلیم آبادی کی تقسیم دماغی فرقِ مراتب کے لحاظ سے کرنے کی کوشش کر رہا ہے، خطرہ یہ ہے کہ تقسیم کا یہ اصول حد سے نہ بڑھ جائے، اگر اس تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ صرف چند بچون کو دنیا مین رہنے کے طریقے سکھائے جائین، اور باقی جو ہین ان کو محض کسب معاش کے وسائل بتادیئے جائین، تو لفظ تعلیم کے معنی غلط ہو جائین گے، ہر بچہ جو ایک ملکی اسکول مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے، اس کی اصل ضرورت یہ ہے کہ اسے زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائے جائین،

نصابِ تعلیم مین عملی رنگ کو اور زیادہ نمایان کر دینا ضرور مفید ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی حالت مین تہذیب وتمدن (CULTURE) اپنے اہم مقام سے علحدہ نہ ہونے پائین، ایسے اسکول کے لئے جو کاروباری (PRACTICAL) اور محض کاروباری ہے، انگریزی نظام تعلیم مین کوئی جگہ نہین،

اکثر لوگ لاطینی اور یونانی زبانون کی تعلیم کو جدید مدارس کے نصاب سے باہر خیال کرتے ہین، دلیل یہ ہے کہ یہ مضامین آج کل کی ضروریات کے اعتبار سے بیکار ہین، موجودہ زمانہ سے بالکل بے تعلق ہین، اور کسبِ معاش کو ترقی دینے سے قاصر ہین، لاطینی اور یونانی کا نام تو صرف مثال کے طور پر لیا گیا، اگر اسی دلیل کو رکھئے، اور صرف ان مضامین کو موجودہ نصاب مین داخل کیجئے جو فوری ضروریات کے کفیل ہو سکتے ہین، تو معلوم نہین اس دلیل کا دائرۂ اثر کہان تک پہونچے، ایسے محدود نصاب مین تاریخ کی جگہ کیا ہوگی، کیا فلسفہ، اخلاقیات اور مذہب کو بڑی بڑی تعلیم گاہون سے محض

اس بنا پر خارج کر دیا جائے کہ ان تعلیم گاہون کو صنعتی کالج کے نام سے پکارتے ہین،

تجربہ اور ماحول کی پابندیون کی وجہ سے یہ اور زیادہ ضروری ہے کہ ایک بچہ جو اسکول مین تعلیم پاتا ہے، اور وہان سے ترقی کر کے کسی صنعتی کالج مین جاتا ہے، اسے دنیا کو پورے طور سے دیکھنے کا موقع دیا جائے، اس کی اقتصادی حیثیت کے باعث اس کے گرد و پیش بے شمار دقتین اور رکاوٹین ہوتی ہین، یہان میرا مطلب صرف مادی دشواریان تھین، اس لئے یہ درست نہین کہ اس کی مشکلات مین ایک کامل زندگی سے بے خبری کا اضافہ بھی کر دیا جائے، عملی نصاب کا مطلب ایسا کاروباری نصاب نہ ہونا چاہئے، جس سے تمام لطافتین دور کر دی گئی ہون، اور جس کا مقصد صرف یہ ہو کہ دستکاری اور تجارت کے لئے بہتر مبتدی پیدا کئے جائین، ہمین اپنے جدید مدارس مین قدیم تعلیم وتہذیب (CULTURE) کی اب بھی ضرورت ہے اور یہ ضرورت ان بچون کے لحاظ سے جن کے لئے یہ اسکول قایم ہین آج اور بھی زیادہ ہے،، "م ع"

اخبارِ علمیہ

دنیا کے چھ بڑے شہر

یورپ وامریکہ کے بعض شہرون کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ ہمارے ملک کے بعض صوبے بھی اُن سے کم ہون گے، ذیل کے اعداد شہرون کی انسانی آبادی کو ظاہر کرتے ہین، انھین سے ان کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے،

	نام شہر	تعداد آبادی
۱	لندن	۷۷ ۴۲۲۱۲
۲	نیویارک	۶ ۶ ۰۲۹۲
۳	برلن	۴۰۱۳۵۸۸
۴	چیکاگو	۳۳۷۳۷۵۳
۵	پیرس	۲۸۳۸۴۱۶
۶	اوساکہ	۲۳۳۳۸۰۰

شکسپیر کا ایک قدردان

حال ہی مین امریکہ مین شکسپیر کے سب سے بڑے قدردان کی موت واقع ہوئی ہے، اس کا نام ہنری سی فالجر تھا، اس نے اس مشہور تمثال نویس کے متعلق ۲۵ ہزار کتابین جمع کی تھین، شکسپیر کے ڈرامون کی اولین اشاعتون کے حصول پر اس نے بے دریغ روپیہ صرف کیا تھا، چنانچہ ڈ نیل کے شایع کردہ نسخہ کیلئے اس نے ۔۔۔۔ ۳۰ ڈالر دیئے اور شکسپیر کے اولین نسخہ کے لئے سنہ ۱۹۱۹ء مین ایک لاکھ ڈالر کی رقم دی اس کے

پاس ابتدائی اشاعتون کے تقریباً ۳۰ نسخے تھے، یہ مجموعہ عنقریب ایک کتبخانہ کی شکل مین وقفِ عام ہوگا،

سائنس اور خدا کا اقرار

سائنس کی ابتدا ہمیشہ تذبذب وتشکیک یا انکار سے شروع ہوتی ہے، لیکن اگر صحیح طور سے اس کا مطالعہ کیا جائے تو یہی مادی محیر العقول تجربے بالآخر تسکین و اطمینان اور اقرار کی طرف رہنمائی کرتے ہین، چنانچہ ایک طرف تو لنبرگ کے دو پروفیسرون نے صاف صاف اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ دنیا مین صرف یہی ہیولیٰ مادہ اور تحریک ہی نہین ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی ایک غیر مرئی قوت ہے، جو ان چیزون کو متاثر کرتی رہتی ہے، اُن کا خیال ہے کہ اسی قوت کے ہاتھ مین سب کچھ اختیار ہے، اور وہ کسی خاص غرض اور مقرر مقصد کے لئے اس دنیا کی ہدایت کر رہی ہے، اب اسی قوت کا نام مسبب الاسباب رکھو یا خدا، ان پروفیسرون مین ایک آرتھر کمپٹن ہے، جسے نوبل کا انعام بھی مل چکا ہے،

دوسری طرف جامعہ چیکاگو کے استاذِ دینیات کا بیان ہے، کہ ہم نے مذہب کی ہر چیز کو اعداد و شمار، واقعات و تجربات سے جانچا اور پرکھا ہے، اور ہم مطمئن ہین کہ سائنس کا تجربہ بھی اس کی تردید کی جگہ تائید پر مجبور ہے، چنانچہ اُنھون نے دعویٰ کیا ہے، جو شخص خلوصِ نیت سے کسی مفید بات کیلئے دعا کریگا، وہ ضرور قبول ہوگی، اور اس کے تجربہ کے لئے وہ ایک تجربہ گاہ کھولنے والے ہین، تاکہ سائنس پرست دنیا کو تجربۃً بھی بتا دین کہ کوئی مستجاب الدعوات ان دنیاوی ذرائع کے علاوہ بھی ہے، اور اس طریقہ سے بھی انسان اپنے مقصد مین کامیاب ہو سکتا ہے،

امریکہ کی صحافت نوازی

متمدن ممالک مین صحافت کو جو اہمیت حاصل ہے، اس کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے، حال ہی مین اس قدر و منزلت کی جو صحائف نگار لوگون کی ان ممالک مین ہے، ایک مثال ہمارے سامنے آئی ہے، چیکاگو کا شہر اندنون قتل عام کی واردات کا مرکز بنا ہوا ہے، اور اسی سلسلہ مین وہان کے اخبا

ٹربیون کے نامہ نگار کو بھی کسی نے گولی کا نشانہ بنا دیا، اس پر تمام ملک مین ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ہے، اور صرف اُس شہر کے اخبارات نے ۲۵ ہزار ڈالر کا انعام اُس شخص کے لئے مقرر کیا ہے جو مجرم کا پتہ چلائے، اسی سلسلہ مین پولس نے وہان کے چھ سو مشکوک آدمیون کو بھی گرفتار کیا ہے، ہمارے ملک مین بھی اخبارات مین ایسے بھی نمایندے ہین، لیکن دونون مین جو فرق ہے وہ بین ہے،

طویل القامت آدمیون کی طاقت

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو طویل القامت اور دیوہیکل ہوتے ہین، وہ قوت و طاقت مین بھی عام قد کے آدمیون سے بڑھے ہوتے ہین، لیکن اب اس نظریہ کی تکذیب ہو چکی ہے، اور موجودہ اطبا کا خیال ہے کہ یہ غیر معمولی طوالت خوبی کی جگہ ایک بیماری ہے، اور ایسا آدمی زیادہ طاقت نہین رکھتا، دوسرے اس کے ہاتھ پیر لمبے ہوتے ہین، لیکن اس کا چہرہ اور اس کے دوسرے اعضا اسی تناسب سے بڑے نہین ہوتے،

مکھیون سے بچنے کی ترکیب،

حال ہی مین بعض تجربہ گاہون مین اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے، کہ مکھیون کو پیلے رنگ سے ایک گو نفرت ہے، اس لئے اُن سے محفوظ رہنے کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ دروازون مین سفید شیشون کی جگہ پیلے شیشے لگائے جائین، اور جب دروازے بند ہون گے اور شیشون کا عکس کمرہ کے در و دیوار پر پڑیگا تو مکھیان فوراً وہان سے دور ہو جائین گی،

موٹرون سے حادثے

موٹر دیکھنے مین بظاہر بہت اچھی سواری ہے، آرام کے ساتھ ہی ساتھ وقت کی بچت اس کی سب سے نمایان خصوصیت ہے، لیکن ایسے کتنے لوگ ہین جو اس کی ہلاکت زائی سے اچھی طرح واقف ہین اور جانتے ہین کہ اس کے مجروحین و مقتولین کی تعداد کسی بُری سی بڑی بیماری سے ہرگز کم نہین، امریکہ کے

ایک اخبار نے گذشتہ چند سال کے اعداد شایع کئے ہین، سنہ ۱۹۳۰ء مین مقتولین کی تعداد ۳۴۰۵۰ تھی لیکن سنہ ۱۹۲۹ء مین وہ ۳۳۰۶۰ ہو گئی اور گذشتہ سال مجروحین کی تعداد دس لاکھ تھی، اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہو گا کہ اس وقت امریکہ مین ۲ کروڑ سے زیادہ موٹرین مستعمل ہین، اور امریکہ اس صنعت کا سب سے بڑا مرکز ہے،

انجیل کی سالانہ فروخت

ہم یورپ و امریکہ کو مذہب سے بیگانہ بتاتے ہین، لیکن پھر بھی عملی حیثیت سے وہ مذہب پرست مشرق سے اس مین بھی بہت آگے ہین، چنانچہ گذشتہ سال انجیل مقدس کے جو نسخے فروخت ہوئے ان کی تعداد ۲ کروڑ ۶۵ لاکھ ہے، ان مین سے صرف امریکہ مین ایک کروڑ ۵۴ لاکھ نسخے خریدے گئے، مختلف زبانون کے تراجم کی تعداد اس سے الگ ہے، اسی طرح امریکہ مین گذشتہ سال ۱۰۰۰۰ نئی کتابین شایع کی گئین، ان مین ۸۰۶ مذہب کے متعلق تھین اور افسانہ اور بچون کی کتابون کے بعد اسی کا درجہ تھا،

فرانس کے جدید مکانات

مکانات کو آتشزدگی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس وقت تک بہت سی ایجادین ہو چکی ہین لیکن اب جرمنی کے ایک موجد نے ایک ایسا مسالہ ایجاد کیا ہے، جس کو لکڑی پر لگانے سے آگ اس پر بالکل اثر نہین کرتی، فرانس نے اس ایجاد سے فائدہ اٹھانا شروع کیا ہے، اور تاوان جنگ کی رقم کے سلسلہ مین جرمنی سے ایسے مکانات تیار کروا رہا ہے، جس مین اس قسم کی لکڑی استعمال کی گئی ہو، ہر مہینہ پانچ کمرے والے سو مکان بنتے ہین، اور ہر مکان پر تقریباً ۵ ہزار روپیہ صرف ہوتا ہے،

ادبیات

عینیت و غیریت

از

لسان الحکمۃ شمس العلماء مولوی عبد الرحمن صاحب شاطر مدراسی

نائم اور خواب، اژدہا اور عصا، قرآن و کلام نفسی، اور شمس و ضیا

جبریلؑ و شکل دحیہؓ و اعرابی جسم و جان، وزن و شعر، لفظ و معنیٰ

کلی و جزئی، اور عرض اور جوہر شخص و عکس، اور حباب و موج و دریا

نقاش و نقش، واحد اور کل اعداد اخلاق و دل، علوم اور ذہن ترا

آب و برف و بخار، رشتہ و گرہ، تخم و شجر، الفاظ و نفس، ساز و صدا

یہ نسبتِ عبد و ربّ کی ہین تمثیلین ناقص تر، ناقص، اور کچھ ان سے اعلیٰ

شاطر ترکِ وجود کر کب تک قال

ہو جائیگا آشکار، "وہ" کیا ہے "مین" کیا،

کربلا،

مریخ مین مشہور تھی جنت کی فضا اور اک موالید تھا اعجاز نما

کی سیر بہت گر مرا جی نہ لگا، یعنی کہین کربلا کا پایا نہ پتا،

بولا مریخ، شکر کی جا شکوا، من یفسد فیھا کا بیان غلط ہی کیا

مین نے کہا ظالم الٹی گنگا نہ بہا قسمت مین امانت نہین، گو تو ہے بڑا

در برف ہمالہ شعلۂ طور کجا

توحید

جسم و قوت، حیات و ذہن اور خدا حیوان انسان نا توان کو جانا

اس مین ہے بحث کیا ہے اصلِ اشیا؟ ہے، مادہ، یا ذہن ہے؟ یا وجہِ خدا؟

مبدا نہین گر حقِ ودودِ دانا، نغمہ نہ ہوتا یہ ارتقا سے پیدا

توحید مین دہری کی ہے ہستیٔ عنا توحید مین صوفی کی ہے مستیٔ غنا،

قطرب زدہ عقل کی دوا ہے، یہ دوا اخلاق کا مرکز ہے، عمل کا ماوا

خاکی کو کہان سے ہے کہان پہونچاتا پیتا ہے جو خضرِ عشق یہ آبِ بقا

جب سیر ہوئی ختم تو یہ بات کھلی

فانی فانی ہے، اور باقی باقی

حقائق مجازی

از

مرزا محمد عسکری مجازی لکھنوی،

"دورِ ہستی"

خوشی عبث ہے، عبث، دورِ آسمان کیلئے نہین ہے فکر کی حاجت غمِ جہان کیلئے

حصولِ ذوقِ نظر مین گذار راہِ حیات
کہ موت امن کی منزل ہے کاروان کیلئے

"مشیت ومعرفت"

بے نیازی پہ ترے ناز اٹھائے کیا کیا!
جو نہ چاہا وہ ہوا، اور جو چاہا نہ ہوا

مبدء فیض سے اتنا ہی گلہ ہے مجھ کو
جو نہ مانگا وہ ملا، اور جو مانگا نہ ملا،

فلسفۂ حسن

ہان، پہلے میرے دل کے وہ نقش ونگار تھے
کہلا رہے ہین اب ترا حسن وجمال جو

گو جانتا ہون، اپنے ہی دل کا تصور ہے
آنکھین یہ چاہتی ہین کہ وہم بھر جدا نہو!

باب التقریظ والانتقاد

نصاب مرغوب موسوم بہ جدید الاسلوب

مولفہ مولوی قمر علی صاحب ایم اے ال ال بی علیگ ایڈوکیٹ بریلی،

مولوی قمر علی صاحب ایم اے ایڈوکیٹ بریلی کو جو عربی کے بھی عالم ہین، عربی نصاب تعلیم کی اصلاح سے گہری دلچسپی ہے، چنانچہ انھون نے عربی علم صرف ونحو اور ادب کی جلد سے جلد تحصیل کے لئے مختصر درس منظوم کے علاوہ ایک ضخیم کتاب نصاب مرغوب موسوم بہ جدید الاسلوب تیار کی ہے، جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ کتاب عربی کے قدیم نصاب تعلیم مین سے شرح جامی تک کے لئے کافی ہے، کتاب دو حصون مین منقسم ہے، ان دونون کی کلید بھی دو حصون مین "المعلم" کے نام سے شایع کی گئی ہے،

کتاب کے پہلے حصہ مین ابتداءً ایک طویل وبسیط ۴۰ صفحون کا مقدمہ ہے، جو مختلف قسم کے مباحث پر مشتمل ہے، سب سے پہلے "ارتقائے تمدن اور اشاعت علوم مغربی" کی بنا پر ہر شعبہ مین عام فہم اور سہل الحصول طریقہ تعلیم کے اختیار کئے جانے کی ضرورت" دکھانے کے بعد "عربی زبان کی عظمت" "عربی زبان سیکھنے والون کی مختلف جماعتین" اور "صرف ونحو کی ضرورت" وغیرہ دکھائی گئی ہے، پھر ندوۃ العلماء کی رودادون سے علامہ رشید رضا مصری، علامہ شبلی نعمانی، اور مولانا حکیم عبدالحئی مرحوم کی تقریرون اور مضامین کے اقتباس سے قدیم مدارس کے طریقہ تعلیم کے نقائص اور ہندوستان کے نصاب درس مین وقتاً فوقتاً انقلاب پیدا ہونے کا تذکرہ کرکے عربی مدرسون کے منتظمین اور مدرسین کے نام ایک کھلا عریضہ ہے، جس مین انھین ان الفاظ مین تنبیہ کی گئی ہے،

"اگر عربی مدارس مین اس نصاب (نصاب مرغوب) سے سرد مہری برتی گئی، تو ایک دن وہ آئیگا

کہ دنیادار تعلیم یافتہ مسلمان زیادہ ادیب نظر آئین گے، اور مدارس عربیہ کے پڑھنے والے جن کی عمرین مدرسہ حجرہ، اور خانقاہ مین گذرتی ہیں اُن کے مقابلہ مین سر اٹھانے کے قابل نہ ہون گے، .... اور محروم رہکر دنیادارون سے کم قابلیت دکھا سکین گے، تو ان کے اقتدار اور وقار کو سخت صدمہ پہونچے گا"

اس کے بعد "اغراض و مقاصد تالیف و اشاعت نصاب مرغوب" پر بحث ہے، جس مین مذکورہ بالا اقتباس کی تقریرون سے عربی زبان کی ضرورت دکھانے کے بعد اس سوال کے جواب مین کہ، "کیا عربی زبان مشکل ہے؟" ارشاد ہوتا ہے،

"اب بھی اگر تمام قوم متفق ہو جائے اور کافی سرگرمی کے ساتھ نصاب مرغوب اور درس منظوم فوراً درس مین دیدیجائین تو دو سال کے عرصہ مین قومی تعلیم کی کایا پلٹ ہو سکتی ہے"

اس کے بعد، عربی زبان کی خصوصیات اور اردو زبان سے اس کے تعلقات" پر بحث کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، کہ عربی کے بہ کثرت الفاظ اردو مین اس طرح رائج ہین کہ "اگر کوئی بزرگ خاندان اپنے گھر مین ایک دن کے واسطے یہ حکم نافذ کر دے کہ آج کوئی عربی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس روز کوئی بات کرنا محال ہو جائے گی"، اور اسی ضمن مین عربی کے ایسے الفاظ جو اردو مین عام طور پر رائج ہین، یا جن کے معنی بھی عربی الفاظ ہی سے ادا کئے جاتے ہین، نیز مسلمانون کے عربی نام، اور عام طور پر اردو مین رائج شدہ عربی فقرون اور ضرب المثلون وغیرہ کی ایک طویل فہرست مرتب کی گئی ہے، اور اسی بحث کے نتیجہ کے طور پر عربی زبان کی تحصیل ضروری اور عربی زبان کی تحصیل کے لئے نصاب مرغوب کی تعلیم ضروری قرار دینے کے بعد چند اور ضمنی امور پیش کرکے مقدمہ ختم کیا گیا ہے،

مقدمہ کے بعد ہر دو حصہ کے مضامین کی فہرست ہے، جو ۲۰ صفحون مین آتی ہے، پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کا پہلا حصہ ۲۰۰ صفحون مین ہے، اور دوسرا ۱۴۶ صفحون مین، پہلے حصہ مین نحو کے قواعد اور صرف کے تمام ابواب پوری تصریح سے درج ہین، اور دوسرے حصہ مین افعال کی مشق ماضی و مضارع کے امتیاز کے ساتھ، اور صرف و نحو کے قاعدون کی مشق عربی جملون مین کرائی گئی ہے، جس سے مصنف کا مقصد قواعد کی مشق کے ساتھ علم ادب کی تعلیم بھی دینا ہے، اور یہی اس جدید نصاب کی سب سے بڑی خصوصیت ہے، کہ قواعد کے ساتھ مشق بھی پہلو بہ پہلو رکھی گئی ہے،

اب تک ہم نے اس کتاب کے تذکرہ مین اس کے کاغذ اور کتابت اور طبع کے حسن و قبح کا کوئی تذکرہ نہین کیا، کیونکہ یہ چیزین مختلف صفحون کے بعد مختلف حیثیت مین ہمارے سامنے آتی ہین، مثلاً کتاب کے حصہ اول مین مقدمہ مصنف اور فہرست کتاب کا کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی ہے، لیکن جہان سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے، وہان سے کاغذ کی بوسیدگی اس حد تک پہونچتی ہے کہ کہین کہین کی کرم خوردگی سے اس کے کسی قدیم قلمی کتاب ہونے کا شبہہ ہونے لگتا ہے، اور پھر آخر مین جو مسائل بطور ضمیمہ منسلک کئے گئے ہین ان کا کاغذ اور کتابت و طباعت مقدمہ کے مثل ہے، اور پھر سرورق نہایت مطلاّ و مذہب آرٹ پیپر کا ہے،

کتاب کے ان مختلف حصون مین مصنف کا طرز بیان بھی اس قدر مختلف ہے کہ، "قدیم" کو "جدید" اسلوب بیان مین آارنے کا بہترین نمونہ کہا جا سکتا ہے،

ہمین افسوس ہے کہ مصنف نے "نصاب مرغوب" کو اپنے مقدمہ مین جس ہماہمی سے پیش کیا ہے، اسے ہم انھین ستایشون کے ساتھ قبول نہین کر سکتے، بیشک "نصاب مرغوب" جب "نصاب جدید" تھا، (یہ نام مقدمہ کے بعد اصل کتاب کا سر نامہ ہے، جہان سے کاغذ کی بوسیدگی شروع ہوتی ہے) اس وقت عربی صرف و نحو کو غیر اردو مین حاصل کرنے کے بجائے اس کی طرف التفات کیا جا سکتا تھا، ورنہ ابھی چند سال مین اس موضوع پر بمبئی، دہلی اور پنجاب وغیرہ سے دورِ حاضر کے جدید طریقۂ تعلیم کو پیشِ نظر رکھ کر ایسی کتابین شایع ہو چکی ہین، اور ہوتی رہتی ہین کہ ۴۴۰ صفحے کی اس قدر طول طویل کتاب کو ان مختلف کتابون پر جو جدید اصول تعلیم پر مرتب ہوتی ہین، ترجیح نہین دے سکتے، درآنحالیکہ یہی مختصر کتابین سہل و آسان طریقہ سے کم سے کم وقت مین ہمین عربی علم صرف و نحو اور ادب کی تعلیم دے سکتی ہین، البتہ اردو کی ان کتابون کی تعلیم کے بعد یا ان کا

کچھ حصہ نکل جانے کے بعد اس نصاب مرغوب کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کتاب کی ترتیب بھی بڑی حد تک ایسی ہی ہے کہ ہم اس کو ابتدائی نصاب تعلیم کہنے کے بجائے ثانوی درجہ کی کتابون کی حیثیت دے سکتے ہین، مثلاً :۔

کتاب کا پہلا سبق "جملۂ اسمیہ کی مثالین" ہے جسین مبتدا و خبر کا اعراب بنایا گیا ہے، آغاز سبق یون ہے :۔

"جملۂ اسمیہ وہ ہے کہ دو اسم سے مل کر پوری بات ہو اور سننے والون کو پورا مطلب سمجھ مین آجائے"

یہ کتاب کی پہلی سطر ہے، اس کے بعد مبتدا و خبر، اور مضمون جملۂ اسمیہ، اور مبتدا و خبر کا مرفوع ہونا بتا کر ۱۲ جملون مین جملہ اسمیہ کی مثالین دی گئی ہین، ایسی صورت مین سمجھا جا سکتا ہے کہ جب ایک مبتدی جو عربی صرف و نحو سے حرف آشنا بھی نہ ہو، اس سبق کو شروع کریگا تو اس کے لئے یہ پورا سبق اس وقت تک کے لئے دشوار ہے، جب تک کہ اس کے سامنے جملۂ اسمیہ سے پہلے نفس اسم، فعل، اور حرف کو روشناس نہ کر دیا جائے

اسی طرح "مضاف الیہ کا اعراب" بتاتے ہوئے جو مثالین دی گئی ہین، ان مین معطوف و معطوف علیہ کی ہم اعرابی کا تذکرہ کئے بغیر ایسے جملے بھی درج کر دیئے گئے ہین جو معطوف و معطوف علیہ پر مشتمل ہین مثلاً "الطہارۃ مفتاح الصلوٰۃ" کے ساتھ "اللہ نور السمٰوات والارض" کا سمجھنا مبتدی کے لئے دشوار ہے کہ "سمٰوات" کا مجرور ہونا تو مضاف الیہ ہونے کے باعث ہے، آخر "والارض" کیون مجرور ہوا،

اسی طرح مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدا ہونے کی مثال کے ماتحت بغیر اس اظہار کے کہ الف لام سے خبر کی تنوین گر جاتی ہے، خبر نکرہ کے ساتھ معرف باللام والام خبرون کا لانا احتیاط کے خلاف ہے، مثالون مین یکسانی قائم رہنی چاہئے جہان تدریجی فرق کرنا ہوتا، وہان اصول و قواعد کی طرف اشارہ کر کے تدریجی طور پر فرق دکھائے جاتے،

ممکن تھا کہ مبتدی کے لئے کتاب مین اس قسم کی جو دشواریان تھین، اساتذہ کو ان کی ہدایت کر کے

"المعلم" مین حل کر دیا جاتا، لیکن اس کے صفحے بھی اس سے خالی ہین، اسمین بجز ان عربی جملون اور لفظون کے اردو ترجمہ کے جو نصاب مرغوب مین بطور مثال پیش کئے گئے ہین، اور کوئی خاص تشریح درج نہین ہے، تاہم اگر کسی ایک جدید طرز کے ابتدائی رسالہ کے بعد اس کا پڑھنا پڑھانا بہرحال مفید ہوگا، اس کتاب کی مجموعی قیمت جو ۱۴۴ صفحون پر مشتمل ہے ۱۲ ہے، ورنہ ہر حصہ کی الگ الگ ۶ ہوگی، منشی محمد جان صاحب مینجر فیضی پریس محلہ شاہ آباد بریلی سے مل سکتی ہے،

"ر"

شائقین شعر و ادب کو مژدہ

دیوان گرامی کی ترتیب و اشاعت

عرصہ سے ملک الشعراء مولانا غلام قادر صاحب گرامی مرحوم منصبدار حضور نظام دکن کے دیوان کی اشاعت کا انتظار و اصرار جاری تھا، اب شائقین شعر و ادب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ دیوان کی ترتیب مکمل ہو چکی ہے اور کتابت عنقریب شروع ہونیوالی ہے امید ہے کہ کتابت و طباعت کے تمام مراحل انشاء اللہ تین چار ماہ مین طے ہو جائین گے، اور ماہ نومبر مین کتاب شائقین تک پہونچ جائے گی،

دیوان قریباً ڈھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہوگا، جس مین غزلیات، مثنویات، رباعیات اور قصائد وغیرہ سب شامل ہین، دیوان کی کتابت و طباعت علامہ سر محمد اقبال مدظلہ کے مشورہ سے ہوگی، کتابت ہندوستان کے بہترین خوشنویس منشی عبد المجید صاحب پروین رقم کرین گے کاغذ اور طباعت بھی اعلیٰ ہوگی، اور ہر طرح سے کوشش کیجائیگی کہ کتاب باطنی خوبیون کے علاوہ ظاہری لحاظ سے بھی لاجواب ہو، اس اطلاع کیساتھ مین لدادگان طرز گرامی کو انکے فرض کیطرف توجہ دلانا چاہتی ہون،

خاکسار، اقبال بیگم اہلیہ مولانا گرامی مرحوم، گرامی منزل ہوشیارپور

مطبوعاتِ جدیدہ

خصائلِ نبوی، ازجناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ضخامت ۲۲۶ تقطیع بڑی، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ قیمت بلاجلد عہ مجلد ع، پتہ کتبخانہ یحیوی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور،

کتب احادیث مین آنحضرت صلعم کے حلیہ مبارکہ کے متعلق شمائل ترمذی سب سے مستند اور سب سے جامع سمجھی جاتی ہے، گو زمانہ ہوا کہ مولانا کرامت علی صاحب جون پوری نے ۱۲۵۲ھ مین اس کو اردو مین ترجمہ کیا تھا، اور اسی زمانہ مین کلکتہ مین ٹائپ مین چھپا تھا، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم مبارکباد کے مستحق ہین، کہ اس کا اردو ترجمہ "خصائل نبوی" کے نام سے آج کل دوبارہ شایع کیا ہے، ترجمہ کے علاوہ شروح، حواشی، اور تعلیقات مستزاد ہین، اور جن کی بنا پر ہم خصائل نبوی کو ترجمہ و تالیف دونون سے موسوم کر سکتے ہین، ترجمہ صاف سلیس اور روان ہے، ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی شامل ہے، پہلے ہر صفحہ کے شروع مین شمائل کی حدیثین نمبر دیکر درج کی گئی ہین، اور ان کے نیچے نمبر کی ترتیب کے ساتھ ترجمہ درج ہے اور جس حدیث کی تشریح یا کسی تطبیق وغیرہ کی ضرورت پڑی ہے، تو قوسین یا "ف" کی علامت سے اُس کو اصل ترجمہ کی عبارت سے جدا کر کے لکھا ہے، اور جو چیزین عربی خوان طلبہ کے درس و تدریس سے مخصوص طور پر متعلق تھین ان کی تشریح عربی مین کی ہے، ہم مترجم کو اس مبارک خدمت پر دل سے مبارکباد دیتے ہین،

الجزء الاول من دروس الادب، مولفہ مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے، پروفیسر اسلامیہ کالج کلکتہ حجم ۹۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی خوشنما ٹائپ مین، قیمت ۸؍ پتہ مولوی خوندکار فیض الدین احمد ایم اے، یونیورسل لائبریری نمبر ۱۰ ویلسلی اسٹریٹ کلکتہ،

مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی پروفیسر اسلامیہ کالج کی انگریزی ترجمہ املا کی کتاب کا تذکرہ کسی گذشتہ

معارف مین آچکا ہے، موصوف نے زیر تبصرہ رسالہ انگریزی مدارس مین عربی زبان کے درس کے لئے لکھا ہے، رسالہ کی ترتیب جدید طریقہ تعلیم پر مبنی ہے، رسالہ کئی اسباق پر مشتمل ہے، ہر ایک سبق مین عربی کے چند الفاظ اور ان کے انگریزی معانی بتانے کے بعد تدریجی طور پر صرف و نحو کے قواعد نہایت صاف سلیس اور بچون کے لائق عام فہم انگریزی مین بتائے گئے ہین، پھر ان کی مشق عربی جملون اور ان جملون کے انگریزی معنی سے کرائی ہے، اسی کے ساتھ عربی کے چھوٹے چھوٹے جملے انگریزی مین ترجمہ کرنے کے لئے دیئے ہین، اور عربی کے مشکل الفاظ کو قوسین مین حل کیا ہے، یہ رسالہ بنگال ٹکسٹ بک کمیٹی مین منظور ہو چکا ہے، ضرورت ہے کہ دوسرے صوبون کے مدرسون مین بھی اس کو رائج کیا جائے، کیونکہ عربی صرف و نحو کی اصطلاحون کو انگریزی گرامر کی اصطلاحون کے ذریعہ سے سمجھنے مین انگریزی خوان طلبہ کو کافی آسانی ہو گی،

نقش و نگار، ازجناب جلیل احمد صاحب قدوائی، بی اے علیگ، حجم ۷۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت عہ مصنف سے ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہے، "مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، یا "کاشانہ" اناؤ،

جناب جلیل احمد صاحب قدوائی بی اے علیگ، نثر کی دنیا مین "سیر گل" کا سمان دکھا چکے ہین، اب انھون نے نظم کی دنیا مین بھی قدم رکھا ہے، اور اپنے قلم کی گلکاریون سے ایک نیا "نقش و نگار" بنا کر پیش کیا ہے، یہ موصوف کی نظمون اور غزلون کا ایک مختصر مجموعہ ہے، ابتدا مین موصوف کے کالج کے استاذ جناب احسن مارہروی کا "تعارف" اور جناب عبد الشکور صاحب کا "مقدمہ" درج ہے،

جلیل کی شاعری کی عمر گو ابھی مختصر ہے، لیکن اسی عمر مین ان کے کلام پر چند دور گذر گئے، ابتداءً انھون نے اپنے ہموطن شاعر حسرت موہانی کا رنگِ تغزل اختیار کیا، پھر اصغر و جگر کی پیروی کی، اور ہم مبارکباد دیتے ہین کہ کسی پرتو کے اوتار مین وہ ناکام نہین کہے جا سکتے

عقائدِ اسلام، ازمولانا عبد الرحمن صاحب ندوی نگرامی مرحوم، حجم ۳۱ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، قیمت ۲؍ پتہ، مولوی سید کلیم احمد صاحب ندوی، منیجر شبلی بک ڈپو، لکھنو،

مولانا عبد الرحمن صاحب ندوی نگرامی مرحوم نے نوعمر بچون کو اسلام کی حقیقت سمجھانے کے لئے سہل، سادہ اور چھوٹے چھوٹے جملون اور دل نشین انداز بیان مین یہ رسالہ لکھا تھا، اب ان کی وفات کے بعد شایع کیا گیا ہے، یہ رسالہ بچون اور بچیون کو سبقاً سبقاً پڑھانے کے لایق ہے،

عرب کی شاعری، مرتبہ جناب محمد سردار علی صاحب اڈیٹر تجلی، حجم ۵۶ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت صرف ۴؍ جو رسالہ کی حیثیت سے بہت کم ہے، پتہ:۔ مولوی غلام محمد صاحب معتمد کتب خانہ مسجد چوک، حیدرآباد دکن،

مولانا وحید الدین صاحب سلیم مرحوم نے "عرب کی شاعری" کے عنوان سے عربی شاعری پر ایک دلچسپ اور مفید تبصرہ کیا تھا، اور عرب شعراء کے کلام کے مختلف نمونے اردو مین پیش کئے تھے، یہ مضمون رسالہ اردو مین شایع ہوا تھا، اب مولانا کی وفات کے بعد جناب محمد سردار علی صاحب اڈیٹر تجلی نے اس کو رسالہ کی شکل مین شایع کیا ہے، رسالہ اپنے موضوع پر دلچسپ و پر معلومات ہے،

تصوف، از مولانا عبد الغنی صاحب وارثی حجم ۴۴ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ متوسط قیمت ۲؍ پتہ:۔ جناب وحید احمد صاحب شیخو پور ضلع بدایون،

مولانا عبد الغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے الطبقات الکبریٰ امام شعرانی کو "نعمت عظمیٰ" کے نام سے اردو مین منتقل کیا تھا، اس کتاب کی اشاعت کو ایک زمانہ گذر گیا، اور اب شاید کتب فروشون کے یہان دستیاب بھی نہین ہوتی ہے، مولوی وحید احمد صاحب بدایونی شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اپنے ذوق سے اس کتاب کے مقدمہ کو رسالہ کی صورت مین "تصوف" کے نام سے شایع کیا ہے، اس مین امام شعرانی نے علم تصوف کی حقیقت اور صوفیاے کرام کی عظمت و مرتبت کی توضیح کی ہے، رسالہ پڑھنے کے لائق ہے،

"ر"

جلد بست و ششم ۲۶ | ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ع | عدد ۴

مضامین

مضمون	مصنف	صفحات
شذرات	سید سلیمان ندوی،	۲۴۲-۲۴۹
معجم البلدان اور یاقوت حموی،	مولانا عبد السلام ندوی	۲۵۰-۲۶۳
عمر خیام کا ایک نادر قلمی نسخہ	مولوی امتیاز علی خان صاحب عرشی رامپوری،	۲۶۴-۲۷۶
عیش مایوسی اور مرزا غالب،	جناب سید مقبول حسین صاحب بی اے احمد پوری،	۲۷۷-۲۸۳
عربون کے آلات جہاز رانی،	مولوی محمد فاروق صاحب دیوانہ، ایم، ایس، سی	۲۸۴-۲۸۸
حیدرآباد مین ایک قابل یادگار علمی ہفتہ،	جناب محمد فاروق صاحب بی اے معتمد بزم تاریخ کلیہ جامعہ عثمانیہ	۲۸۹-۲۹۳
ملا سعد شینوی،	نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی	۲۹۴
حضرت ابراہیم کا شہر اُور	"ع"	۲۹۵-۲۹۸
پروٹسٹنٹ مذہب اور سرمایہ داری،	"م ع"	۲۹۹-۳۰۰
اسپین کی ایک خاتون کا قومی کارنامہ	"	۳۰۰-۳۰۱
اخبار علمیہ،	"	۳۰۲-۳۰۵
ادبیات،	اسد ملتانی، تمنا عمادی، نجم ندوی،	۳۰۶-۳۰۸
تقریظ بر المبین،	استاذ العلماء مولانا مفتی محمد لطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ	۳۰۹-۳۱۰
"	استاذ العلماء مولانا سید شبیر علی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ	۳۱۱-۳۱۲
گنجینۂ تحقیق،	"ع"	۳۱۳-۳۱۷
مطبوعات جدیدہ	"ر"	۳۱۸-۳۲۰